سلسلہ مطبوعات

09

حقیقتِ شرک



تالیف

عبدالولی عبدالقوی

داعی مکتب دعوۃ و توعیۃ الجالیات

الحائط / سعودی عرب

انجمن اصلاح معاشرہ

بندی کلاں، محمد آباد ضلع مئو (یوپی) انڈیا

Email: anjuman15@hotmail.com



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

فرمان الٰہی ہے: ﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (المائدۃ:۷۲) یقین مانو کہ جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حقیقتِ شرک

تالیف

عبدالولی عبدالقوی

داعی مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات

الحائط/سعودی عرب

انجمن اصلاح معاشرہ

بندی کلاں، محمد آباد، ضلع مئو، یوپی، انڈیا

Email: anjuman15@hotmail.com

نام کتاب	:	حقیقت شرک
تالیف	:	عبدالولی عبدالقوی
طابع وناشر	:	انجمن اصلاح معاشرہ
سال اشاعت	:	جنوری ۲۰۱۵
سلسلہ مطبوعات	:	۹

یہ کتاب مفت تقسیم کے لئے ہے،
لہذا اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

انجمن اصلاح معاشرہ
بندی کلاں، محمد آباد، ضلع مئو، یوپی، انڈیا

ANJUMAN ISLAH - E- MUASHARAH
Bandi Kalan, Mohammadabad
Distt: Mau (U.P) INDIA
Email: anjuman15@hotmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و لا عدوان إلا على الظالمين و أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ،الملك الحق المبين و أشهد أن محمدا عبده و رسوله خاتم النبيين و إمام المتقين، صلى الله عليه و على آله و أصحابه و من تبعهم باحسان إلى يوم الدين.

قیامت کے روز عقیدہ توحید کی موجودگی میں اعمال کی کوتاہیوں اور لغزشوں کی معافی تو ہوسکتی ہے، لیکن شرک کی غلاظت و گندگی کے ہوتے ہوئے آسمان و زمین کی وسعتوں کے برابر اعمال صالحہ بھی بے کار و عبث ثابت ہوں گے۔

جیسا کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (الزمر:٦٥)

یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔

نہ یہ کہ ان کے صرف نیک اعمال ضائع ہوں گے بلکہ شرک کی وجہ سے انھیں دردناک عذاب بھی دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ (الشعراء:٢١٣)

پس اے نبی ! اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تبارک وتعالی (قیامت کے دن) اس شخص سے پوچھے گا جسے جہنم کا سب سے ہلکا عذاب دیا گیا ہوگا اگر تمہارے پاس دنیا اور دنیا کا سارا مال ومتاع ہوتا تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لئے اسے فدیہ میں دے سکتا تھا؟ وہ شخص کہے گا جی، ہاں، اس پر اللہ تعالی فرمائے گا کہ جب تو آدم کی پشت میں تھا تو میں نے تم سے اس سے بھی معمولی چیز کا مطالبہ کیا تھا کہ کسی کو بھی میرا شریک نہ ٹھہرانا اور میں تمھیں جہنم میں داخل نہ کروں گا، (لیکن جب تو دنیا میں آیا) تو اسی شرک کا عمل اختیار کیا۔ (بخاری ۳۱۵۶، مسلم ۲۸۰۵)

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عہد عثمانی میں کہا کرتے تھے کہ سوائے نماز باجماعت کے عہد نبوی کا دین باقی نہ رہا۔ (بخاری ٦٢٢) اگر وہ ہمارے اس زمانہ کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ کیا ہمیں کافر ومشرک قرار نہ دیتے کیوں کہ اُس وقت اور اِس وقت کے اسلام میں اب اگر کوئی مشترک چیز باقی رہ گئی ہے تو صرف لفظ اسلام ہے یا چند ظاہری رسمیں اور عبادتیں ہیں اور وہ بھی اکثر مسلمانوں کے یہاں بدعت کی آمیزش سے پاک نہیں ہیں، کتاب اللہ جیسی آسمان سے اتری تھی اب تک بے غل وغش قائم ہے، سنت رسول بھی مدون ومحفوظ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، مگر کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ دونوں مہجور ومتروک ہیں طاقوں اور الماریوں کی زینت ہیں یا گنڈوں اور تعویذوں میں مستعمل ہیں، مسلمان اپنی عملی زندگی میں ان سے بالکل آزاد ہیں

اور باوجود دعوی اتباع کے بالکل ان کے مخالف چل رہے ہیں، اجمیر کا عرس دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں جو حامل قرآن اور علمبردار توحید تھے؟

اودھ کے ایک ہندو رہنما نے اجمیر کی کیفیت دیکھ کر کہا تھا:

اب تک مجھے شک تھا کہ ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد ہوسکتا ہے مگر آج یقین ہو گیا ہے کیوں کہ ہمارے اور مسلمانوں کے مذہب میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف ناموں کا ہے حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔

اور یہ اس نے سچ کہا کیوں کہ اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے شرک میں اگر فرق ہے تو ناموں اور طریقوں کا ہی ہے ورنہ حقیقت ایک ہے۔

غم واندوہ کی بات تو یہ ہے کہ قبر پرست حضرات کو جس قدر بھی سمجھایا جاتا ہے کہ اللہ علام الغیوب ہے، سمیع وبصیر ہے، آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ بھی اس سے اوجھل نہیں، وہ ہم سے دور نہیں، نزدیک ہے اور اتنا نزدیک ہے کہ اس سے زیادہ نزدیکی ممکن ہی نہیں، ہر وقت اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے، ہر آن وہ خرچ کرنے میں لگا ہوا ہے، وہ بندوں کی پکار ڈائرکٹ سنتا ہے، اسے پکارنے کے لئے اولیاء وصالحین کے وسیلوں کی ضرورت نہیں ہے، لیکن عقل ودانش کی موت اور سمجھ کا کال ہے کہ پھر بھی جواب اعراض وانکار میں ہے، نصوص کی تاویل وتحریف ہے، قرآنی آیات اور محمد رسول اللہ کی احادیث کے مقابلہ میں جیلانی، چشتی، احمد رضا وغیرہ کے ملفوظات ہیں۔

اللہ نے سچ فرمایا: ﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾ (الاعراف:۱۷۹)

ان کے دل ہیں مگر وہ ان کو سمجھنے کے لئے استعمال نہیں کرتے، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، دراصل وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔

مسلمانو! اپنی آنکھیں کھولو، اپنی عقل و خرد کو کام میں لاؤ، اپنے مذہبی پیشواؤں کی حقیقت معلوم کرو، دین کی حفاظت اور شرک و بدعت کے ازالہ کے لئے خود آگے بڑھو، اسلام نہ پاپائیت ہے نہ روحانی پیشوائیت، وقت آ گیا ہے کہ یہ خود ساختہ پیشوائیت ڈھا دی جائے تاکہ اللہ کے بندوں کا تعلق اللہ کے دین سے براہ راست ہو جائے۔

مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ نے مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے کہا تھا:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں — ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں — وہ بدلہ گیا آ کے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پر نازاں — وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

انسان کے ازلی دشمن شیطان لعین نے بڑے دلفریب طریقوں سے شرک کے ایسے

بیج بوئے ہیں کہ عوام کی اکثریت اس ظلم عظیم کی شکار ہے، صبح وشام اللہ رب العزت کو ناراض کرنے والا یہ گناہ عظیم کثرت سے جاری ہے، مسلمانوں کی اکثریت توحید وشرک کے فرق سے نا آشنا ہے، چنانچہ اس موضوع پر جس قدر لکھا جائے کم ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں نبوت کے بعد تیرہ برس رہے اور لوگوں کو توحید سمجھاتے رہے، جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے گئے تو روزہ ونماز کے تفصیلی احکام ومسائل نازل ہونے شروع ہوئے، لہذا بادہ نبوت کے جرعہ نوشوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ امت کے سامنے شرک کی مذمت اور توحید کی فضیلت کو واضح کریں، یہ کتاب ''حقیقت شرک'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی، ناچیز کی ایک ادنی کوشش ہے، شاید یہ گمشتہ راہ کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ناچیز کی اس محنت کو قبول فرمائے، کتابچہ کے فیض کو عام کرے، اسے لوگوں کے لئے مفید بنائے تا کہ مسلمان جھوٹے اور جعلی معبودوں کی چوکھٹوں کو چھوڑ کر صرف اسی ایک اللہ کے آستانہ شوق پر اپنی جبین نیاز خم کریں' اللہ اس کتاب کو مؤلف اور اس کے والدین کے لئے جہنم سے نجات اور دخول جنت کا ذریعہ بنائے اور جملہ معاونین کو اجر جزیل سے نوازے۔ آمین

طالب دعا: عبدالولی عبدالقوی
بندی کلاں، ضلع: مئو، یوپی، انڈیا
داعی مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات
الحائط (فدک)/سعودی عرب

تاریخ: ۲۹/۱/۱۴۳۶ھ
مطابق: ۲۲/۱۱/۲۰۱۴ عیسوی

waliazami@gmail.com

پہلی فصل:

شرک کی تعریف، مذمت اور انواع واحکام

(۱) شرک کی تعریف:

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت یا اسماء وصفات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا شرک کہلاتا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی انسان یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور خالق، رازق یا مدبر ہے یا نظام کائنات کے چلانے میں وہ منفرد نہیں بلکہ کوئی اس کا معین ومددگار ہے، تو وہ مشرک ہے۔

جو یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کے سوا اور بھی ہستیاں ہیں جو لائق عبادت ہیں تو وہ مشرک ہے، مثلاً اللہ کے سوا مردوں کو پکارے، ان سے فریاد رسی کرے، ان کے لئے ذبح کرے، نذر مانے، ان سے ویسے ڈرے جس طرح اللہ سے ڈرا جاتا ہے، ان کے آستانوں پر رکوع یا سجدہ کرے وغیرہ

اور جو یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کے اسماء وصفات میں کوئی اور بھی اس جیسا ہے مثلاً کوئی اعتقاد رکھے کہ فلاں ولی کو بھی ویسے ہی قوت حاصل ہے جیسے اللہ کو ہے، وہ فریادوں کو دور اور نزدیک سے سنتے ہیں جس طرح اللہ سنتا ہے وغیرہ تو وہ مشرک ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ شرک کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"اللہ کے لئے شریک وساجھی قرار دینا کہ اس کو اس طرح پکارا جائے جس طرح اللہ کو پکارا جاتا ہے، اس سے ڈرا جائے جس طرح اللہ سے ڈرا جاتا ہے، اس سے امید لگائی جائے جس طرح اللہ سے امید لگائی جاتی ہے، اس سے محبت کی جائے جس طرح اللہ سے محبت کی جاتی ہے یا عبادات میں سے کسی طرح کی عبادت اس کے لئے انجام دی جائے تو یہ شرک کہلاتا ہے"۔

(القول السدید فی مقاصد التوحید ص۱۰)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

شرک باللہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مخلوق کی عبادت یا اس کی تعظیم اس طرح کی جائے جس طرح اللہ کی کی جاتی ہے، یا ربوبیت والوہیت کی کوئی خاص بات اس کے لئےتسلیم کی جائے۔ (تفسیر کلام المنان ۲/ ۴۹۹)

(۲) شرک کی اقسام:

شرک کی دو قسمیں ہیں: (۱) پہلی قسم: شرک اکبر (۲) دوسری قسم: شرک اصغر

(۳) شرک اکبر کی تعریف:

عبادات میں سے کسی عبادت کو غیر اللہ کے لئے انجام دینا، مثلا غیر اللہ کو پکارنا ، ان سے فریاد رسی کرنا، ان کے لئے ذبح کرنا، نذر ماننا وغیرہ

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

شرک اکبر کہتے ہیں عبادت کی کسی قسم کو غیر اللہ کے لئے انجام دینا، چنانچہ ہر وہ عقیدہ، قول یا عمل جو شریعت سے ثابت ہو اس کا اللہ واحد کے لئے انجام دینا توحید،

ایمان اور اخلاص ہے اور غیر اللہ کے لئے انجام دینا شرک ہے۔

(دیکھئے: القول السدید فی مقاصد التوحید ص ۱۶)

چنانچہ جو اللہ کے علاوہ کسی نبی، ولی، پیر یا قبر والے کو پکارے، اس سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کرے، اس کے لئے جانور ذبح کرے، اس کے لئے نذر مانے، اس پر بھروسہ رکھے، اس سے ڈرے، اس کے آستانے پر رکوع یا سجدہ کرے یا اس سے کہے کہ اللہ سے کہہ کر میری فلاں پریشانی دور کروادیں، تو اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا اور انھیں اللہ کے سوا معبود بنالیا جس سے اللہ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

جیسا کہ برصغیر ہندو پاک میں بعض قبر پرست یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کائنات میں بعض ہستیاں ایسی ہیں جو اللہ کی مشیئت اور فیصلے پر غالب آجاتی ہیں، مثلاً غوث، قطب، ابدال، قلندر یہ وہ ہستیاں ہیں جو کائنات میں تصرفات اور ردو بدل کے اختیارات رکھتی ہیں اور کائنات کا سارا انتظام ان کے حکم سے چل رہا ہے، ولی، بزرگ اور اصحاب قبور لوگوں کی فریاد رسی کرتے ہیں، ان سے فریاد طلب کرنا جائز ہے، یہ ہستیاں لوگوں کی تکالیف کو دور کرتی ہیں، بہت سے فوت شدہ بزرگ لوگوں کی فریاد سنتے ہیں، اور ان کی مدد کرتے ہیں، وہ غیب جانتے ہیں اور اپنی قبروں ہی میں سب باتوں سے آگاہ ہیں، اس طرح کا عقیدہ کھلم کھلا شرک، صریح گمراہی ہے اللہ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جس نے کسی نبی، ولی، فرشتہ یا جنات کو پکارا، یا اس کے لئے کسی طرح کی کوئی عبادت انجام دی، تو اس نے اسے اللہ کے سوا معبود بنالیا''۔ (دیکھئے: فتح المجید ص ۲۴۲)

جیسا کہ اللہ تعالی نے ایک آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاء سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ﴾ (یوسف:۳۹-۴۰)

اللہ تعالی کے علاوہ جن ہستیوں کی تم عبادت کرتے ہو، وہ تو بس کچھ نام ہی ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، ان کی اتھارٹی سے متعلق اللہ تعالی نے کوئی سند نازل نہیں کی، حکم صرف ایک اللہ کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔

یعنی یہ نام جو آپ لوگوں نے اپنے معبودوں کے رکھ لئے ہیں جیسے غوث، قطب، ابدال، داتا، گنج بخش، مشکل کشا، غریب نواز وغیرہ یہ آپ کے دماغ کی اختراع ہے، اللہ تعالی نے آپ کے ان معبودوں کے متعلق کوئی فرمان نازل نہیں کیا ہے کہ یہ اللہ تعالی کے کسی کام میں حصہ دار ہیں۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لَا تَجْعَل مَعَ اللّهِ إِلَـهاً آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوماً مَّخْذُولاً﴾ (الاسراء:۲۲)

اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہراؤ کہ آخر تو برے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے گا۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلاَ تَجْعَلْ مَعَ اللّهِ إِلَهاً آخَرَ فَتُلْقَى فِيْ جَهَنَّمَ

مَلُوماً مَّدْحُوراً﴾ (الاسراء:۳۹)

تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا کہ ملامت خوردہ اور راندہ درگاہ ہوکر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ﴾ (الشعراء:۲۱۳)

پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکار کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہوجائے۔

لہذا جائز نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ عبادت میں کوئی اور معبود قرار دیا جائے، اس لئے کہ عبادت خالص اللہ کا حق ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی بھی اس کا حقدار نہیں ہے۔

(۴) شرک اکبر کی اقسام:

شرک اکبر کی بہت سی قسمیں ہیں، ہم ذیل میں ان میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں جو انتہائی خطرناک اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی ہیں:

پہلی قسم: دعا میں شرک:

دعا عبادت کی سب سے عظیم قسم ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الدعاء هو العبادة" دعا عبادت ہے۔ (دیکھئے: صحیح الترمذی ۳/۱۰۱)

دعا کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: دعاءِ عبادت: اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کی عبادت کرتا ہے جیسے کہ نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ، اس کو دعا اس لئے کہتے

ہیں کہ اس میں طلب کا معنی پایا جاتا ہے بایں طور کہ انسان جب نماز روزہ اور دیگر عبادات کرتا ہے تو وہ اللہ سے طالب ہوتا ہے کہ اللہ اس پر رحم فرمائے، اسے جنت میں داخل کرے۔

دوسری قسم: دعاءِ مسألۃ: اس سے مراد وہ عمل ہے جس میں سوال وطلب ہو جیسے کہ انسان کا کہنا: اے اللہ میرے اوپر رحم فرما، مجھے بخش دے وغیرہ

چنانچہ جس نے دعاءِ عبادت اور دعاءِ مسألہ ان دونوں قسموں میں سے کسی کو اللہ کے علاوہ کسی نبی، ولی یا قبر والے کے لئے انجام دیا، اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا، گرچہ وہ زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھے، نماز ادا کرے، روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بندوں کو دعوت دی ہے کہ وہ خالص ایک اللہ کو پکاریں، وہ اللہ بندوں سے قریب، ان کی پکار کو سننے اور قبول کرنے والا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرۃ:۱۸۶)

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہدیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ إِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ

عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ (غافر:٦٠)

اور تمہارے رب کا فرمان سرزد ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں، وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ لا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (المؤمنون:١١٧)

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔

مشرکین مکہ اللہ کو چھوڑ کر غیروں کو پکارتے تھے لیکن مشکلات وشدائد میں صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِيْ الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْن﴾ (العنكبوت:٦٥)

پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالی ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

آیت کریمہ بتلا رہی ہے کہ عہد نبوی کے مشرکین خوشحالی میں تو شرک کرتے تھے لیکن جب کسی بدحالی کے شکار ہوتے یا ان کا سفینہ کسی گرداب میں پھنستا تو اللہ واحد کو پکارتے لیکن دور حاضر کے کلمہ گو مشرکین عہد نبوی کے مشرکین سے آگے بڑھے

ہوئے ہیں کہ وہ خوشحالی و بدحالی بہرصورت شرک کرتے ہیں اور یہ نعرہ لگاتے ہیں:

یا معین الدین چشتی　　　لگا دے پار میری کشتی

ناد علیا مظھر العجائب　　　تجدہ عونا لك فی النوائب

کل ھم و غم سینجلی　　　بولایتك یا علی یا علی

عجائبات کے ظاہر کرنے والے علی کو پکارو، ہر مصیبت میں اسے اپنا مددگار پاؤ گے، اے علی تیری ولایت کے صدقے عنقریب سارے غم دور ہو جائیں گے۔

(دیکھئے: روحوں کی دنیا ص۱۶۳، احمد رضا خان)

❁ عکرمہ بن ابوجہل کا قبول اسلام:

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو عکرمہ بن ابوجہل ڈر کر بھاگ نکلا اور کشتی پر اس خیال سے سوار ہوا کہ ملک حبشہ چلا جائے، لیکن بادِ تند و تیز نے کشتی کو گھیر لیا، تو کشتی والوں نے ایک دوسرے سے کہا:

"أخلصوا لربکم الدعاء فانه لا ینجي ھھنا الا ھو"

خالص اپنے رب کو پکارو یہاں اس کے علاوہ کوئی نجات نہیں دے سکتا۔

یہ بات سن کر عکرمہ نے کہا: "اللہ کی قسم اگر سمندر میں ایک اللہ کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات دہندہ نہیں ہے، اے اللہ مجھ پر عہد ہے اگر میں یہاں سے صحیح سلامت نکل گیا تو میں محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا اور میں آپ کو ضرور رؤف و رحیم پاؤں گا، پھر عکرمہ بن ابوجہل نے آ کر اسلام قبول کر لیا۔

(نسائی ۴۰۶۷، البدایہ والنہایہ ۴/ ۲۵۹، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف النسائی ۹/ ۱۳۹)

دوسری قسم: نیتوں اور ارادوں میں شرک:

انسان کا اپنی عبادات سے کلی طور پر دنیا، ریا ونمود یا شہرت مقصد ہو، رضائے الٰہی کا حصول یا آخرت میں اجر وثواب قطعاً مقصود نہ ہو، جیسا کہ منافقین کا حال ہے تو وہ شخص شرک اکبر کا مرتکب ہے۔

ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿مَن كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لاَ يُبْخَسُوْنَ (15) أُوْلَـئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِيْ الآخِرَةِ إِلاَّ النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُواْ فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُواْ يَعْمَلُوْنَ﴾ (ہود:۱۵-۱۶)

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہو ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انھیں کوئی کمی نہیں کی جاتی، ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انھوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''رہا مسئلہ نیتوں اور ارادوں میں شرک کا تو یہ بحر بے کنار ہے اور بہت کم ہی لوگ اس سے بچ پاتے ہیں، چنانچہ جس نے اپنے عمل سے رضائے الٰہی کے علاوہ کچھ اور چاہا اور اللہ کی نزدیکی اور اس سے بدلہ کے حصول کے علاوہ کچھ اور نیت کی، تو اس نے اپنے ارادہ اور نیت میں شرک کیا۔'' (الجواب الکافی ص ۴۹)

تیسری قسم: اطاعت میں شرک:

حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالی کو ہے، یہی حق اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی مخلوق کے اندر تسلیم کر لے اور اسلام کے خلاف اس کی تحلیل وتحریم سے دل کی خوشی کے ساتھ اس کی فرمان برداری کرے، مثلاً وہ سود کو حلال کہے، عورتوں کے بے پردہ آوارہ پھرنے کو جائز قرار دے، تعدد زوجات کو حرام کہے وغیرہ تو اس کی فرماں برداری کرنے والے نے شریعت سازی میں اسے اللہ کا شریک قرار دیا۔

امام زجاج رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جس نے اللہ کی حرام کردہ کسی چیز کو حلال جانا یا اس کی حلال کردہ کو حرام جانا تو وہ مشرک ہے''۔ (معالم التنزیل ۲/ ۱۲۷)

کیوں کہ اللہ تبارک وتعالی کے علاوہ کسی دوسرے کو حلال وحرام کا مختار ماننا اسے رب بنانا ہے، جیسا کہ یہود ونصاری نے اپنے علماء اور درویشوں کو حلال وحرام کا اختیار سونپ دیا تھا، تو اللہ تعالی نے ان کے اس عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلاَّ لِيَعْبُدُوا إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (التوبۃ:۳۱)

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انھیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی

ہو جاتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ سن کر میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ یہود و نصاریٰ نے تو اپنے علماء کی کبھی عبادت نہیں کی، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انھوں نے ان کو رب بنا لیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے کہ انھوں نے ان کی عبادت نہیں کی لیکن یہ بات تو ہے نا کہ ان کے علماء نے جس کو حلال قرار دے دیا اس کو انھوں نے حلال اور جس چیز کو حرام قرار دے دیا اس کو حرام ہی سمجھا یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔

(ترمذی حدیث نمبر ۳۰۹۵ (تحقیق الالبانی: (حسن) دیکھئے: صحیح الترمذی ۳/ ۲۴۷)

معلوم ہوا کہ تحلیل و تحریم کا اختیار اللہ کے علاوہ کسی دوسرے میں تسلیم کرنا ان کی عبادت کرنا ہے اور یہ شرک ہے اسی لئے اللہ نے سورہ انعام میں مسلمانوں سے فرمایا:

﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (الانعام:۱۲۱)

اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔

جب حکم الٰہی کے مخالف فیصلے کی پیروی سے بندہ مسلم مشرک ہو جاتا ہے، تو اس شخص کے بارے میں کیا کہنا ہے جو خود شریعت ساز بنا ہوا ہے، بلاشبہہ ایسے لوگ کافر ہیں کیوں کہ انھوں نے اللہ سے اس کی ربوبیت میں جنگ مول لی ہے اور اللہ کے دین اور اس کی شریعت کو بدل دیا ہے۔ (دیکھئے: الشریعۃ الالٰہیۃ عمر الاشقر ص ۱۷۹)

اسی طرح ان حکام و رؤساء کی اطاعت بھی جائز نہیں ہے جو اپنے من مانی شریعت میں فیصلے کرتے اور شریعت کے خلاف قوانین وضع کرتے ہیں جیسے کہ سود کو حلال کہنا، مرد و زن کے اختلاط کو جائز قرار دینا، بے پردگی کو درست کہنا، تعدد زوجات پر پابندی لگانا وغیرہ جن میں احکام الٰہی کو مسخ کیا جاتا اور اسے شیطانی قوانین سے

تبدیل کیا جاتا ہے، لہذا جو شخص شریعت کے خلاف صادران وضعی قوانین سے راضی ہو، اسے اچھا سمجھے اوران کی ہاں میں ہاں ملائے تو وہ مشرک، کافر ہے، جب کہ اللہ کی بندگی اوراس کی توحید کا تقاضا یہ تھا کہ اپنے سارے مختلف فیہ مسائل کواور زندگی میں درپیش ہر معاملہ کو کتاب وسنت کی جانب لوٹایا جاتا اور وضعی قوانین سے دوری اختیار کی جاتی، اس لئے کہ شریعت سازی علماء وحکام کا نہیں بلکہ خالص اللہ واحد کا حق ہے کسی کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ وہ شریعت کے خلاف فیصلے کرے۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الاعراف:۵۴)

یادرکھو کہ اللہ کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔

نیز اللہ نے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾ (آل عمران:۱۵۴)

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ سارا کا سارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے۔

بلکہ ”حَکَم“ یعنی فیصل ہونا اللہ تعالی کے اسماء حسنی میں سے ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان اللہ ھو الحَکَم و الیہ الحُکم“

”حَکَم“ (فیصلہ کرنے والا) اللہ ہی ہے (یہ اسی کا نام ہے) اور تمام فیصلے اسی کی طرف ہیں۔

(ابوداؤد ۴۹۵۵، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف ابوداؤد ۱۰/ ۴۵۵)

اللہ تعالی نے ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوری:۱۰)

اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالی ہی کی طرف ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرماں برداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ کے فیصلوں میں شرک کرنا اور عبادت میں شرک کرنا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی نظام الٰہی کے علاوہ کی پیروی کرے، اور اس کی بنائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور شریعت پر چلے اور ایک شخص بت کی عبادت کرے اور اسے سجدہ کرے، تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ دونوں کے دونوں مشرک ہیں''۔ (دیکھئے: أضواء البیان ۷/۱۶۲)

اسی ضمن میں اماموں اور پیروں کی اندھی تقلید بھی آتی ہے جو کتاب وسنت کی مخالفت کے باوجود اپنے امام یا پیر کی بات یا اس کے فتوے کو چھوڑنے کے لئے راضی نہیں ہوتے، بدعات وخرافات کو اپنا پیرہن بنائے ہوتے ہیں لیکن سنت کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ایمان کی نفی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُونَ حَتَّیَ یُحَکِّمُوکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُواْ فِیْ أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُواْ تَسْلِیْماً﴾ (النساء:٦٥)

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں، ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو اپنے امام یا پیر و مرشد کے قول کے مقابلے میں حدیث صحیح سے انقباض ہی محسوس نہیں کرتے بلکہ یا تو اس حدیث صحیح کے تاویل کی مذموم سعی کرتے یا تو کھلے لفظوں اسے ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے امام کی رائے یا ہمارے مسلک کے خلاف ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ کی لائی ہوئی شریعت سے رضامندی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ جو بات کہیں، جس چیز کا فیصلہ کریں، جس کا حکم دیں یا جس سے منع کریں، اس سے پورے طور پر راضی ہو یا جائے، دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کی جائے اور اسے بخوشی تسلیم کر لیا جائے گرچہ وہ اپنے من، طبیعت، اپنے پیر یا امام یا اپنی جماعت کی بات کے مخالف ہو''۔ (دیکھئے: مدارج السالکین ۲/۱۷۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جنھیں سند حدیث اور اس کی صحت کا علم ہے، اس کے باوجود وہ اس پر عمل نہ کر کے امام سفیان

رحمہ اللہ کی رائے کو لیتے ہیں جبکہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور:٦٣)

سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

(دیکھئے: الدرر السنیۃ للأجوبۃ النجدیہ ج ۱/ ۴۷)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''قریب ہے کہ تمہارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم کہتے ہو ابوبکر و عمر نے فرمایا''۔

(دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید ۲/ ۲۱۶)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لوگوں کا اتفاق ہے کہ جب سنت رسول واضح ہو جائے تو کسی کے قول کی وجہ سے اسے چھوڑنا جائز نہیں ہے''۔ (الروح لابن القیم ص ۲۶۴)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''کوئی ایسا کام جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا ہو میں نے اس پر ضرور عمل کیا، کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں سنت رسول پر عمل نہ کروں تو کہیں گمراہی کا شکار نہ ہو جاؤں''۔ (بخاری ۱۱/ ۱۸۸، مسلم ۱۲/ ۲۱)

ابن بطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو سنت رسول کی

خلاف ورزی کی صورت میں اپنے اوپر گمراہی کا ڈر محسوس کرتے ہیں،تو اس دور کے لوگوں کے تعلق سے کیا کہا جا سکتا ہے جو نبی ، ان کے حکموں اور سنتوں کا مذاق اڑاتے اور ان کی مخالفت پر فخر کرتے ہیں"۔ (الابانہ۱/ ۲۴۶)

چوتھی قسم: محبت میں شرک:

یہاں پر محبت سے مراد وہ محبت ہے جو عبادت ہے جس کا تقاضا محبوب کے لئے کمال تعظیم کے ساتھ غایت درجہ عاجزی وانکساری اور مکمل اطاعت وفرماں برداری ہے، یہ محبت اللہ سبحانہ وتعالی کے لئے خاص ہے،اس میں کسی اور کو شریک کرنا توحید کے منافی ،شرک اکبر ہے۔

جیسا کہ اللہ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللّهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّهِ وَالَّذِينَ آمَنُواْ أَشَدُّ حُبّاً لِّلّهِ﴾ (البقرۃ:۱۶۵)

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے اللہ کا شریک بنایا کہ اس سے ایسی محبت کرے جیسی کہ اللہ تعالی سے کی جاتی ہے،تو وہ شرک اکبر کا مرتکب ہے۔"

(کتاب التوحید ص ۴۳)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ نے اس آیت کریمہ میں خبر دی کہ جس نے اللہ کے سوا کسی چیز سے ایسی محبت کی جیسی کہ اللہ سے ہونی چاہیے تو اس نے اسے محبت اور تعظیم میں اللہ کا شریک قرار دیا"۔

(دیکھئے: التفسیر القیم لابن القیم ۱/ ۲۴۸)

مذکورہ دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کے باوجود ایسے لوگ ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک بنا لیتے ہیں اور ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ سے کرنی چاہیے، بعثت محمدی کے وقت ہی ایسا نہیں تھا شرک کے یہ مظاہر آج بھی عام ہیں، بلکہ اسلام کے نام لیواؤں کے اندر بھی یہ بیماری گھر کر گئی ہے کہ انھوں نے بھی نہ صرف غیر اللہ اور پیروں، فقیروں اور سجادہ نشینوں کو اپنا ماوی و ملجا اور قبلہ حاجات بنا رکھا ہے بلکہ ان سے ان کی محبت اللہ سے بھی زیادہ ہے۔

رہا مسئلہ والد کا اولاد سے، شوہر کا بیوی سے، بیٹے کا ماں سے، دوست کا دوست سے، بھوکے شخص کا کھانے سے، کسی کا مال و دولت سے محبت کرنے کا وغیرہ، تو قلوب انسانی میں ان سب کی محبت طبعی ہے، اس میں کوئی مذمت نہیں، بشرطیکہ ان چیزوں کی محبت اللہ تعالی کی محبت پر غالب نہ ہونے پائے کہ اللہ تعالی کی اطاعت اور فرماں برداری کی راہ میں رکاوٹ بن جائے، جس کا ذکر اللہ نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں کیا ہے، فرمایا:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا

أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (توبہ:۲۴)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے لڑکے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے کنبے قبیلے، تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہاری وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنھیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالی اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالی فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الايمان أن يكون الله و رسوله أحب اليه مما سواهما و أن يحب المرء لا يحبه الا لله و أن يكره أن يعود في الكفربعد أن أنقذه الله منه كما يكره أن يقذف في النار"

تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا، اول یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لئے محبت رکھے، تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے، جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔ (بخاری ۱۶، مسلم ۱۷۴)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اطاعت الٰہی کے وقت، مصائب جھیلتے وقت، دنیوی اغراض کو پس پشت

ڈالتے وقت، اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت اوران کی مخالفت سے رکتے وقت جو کیفیت اورسرورایک مومن کے دل میں ابھرتا ہے،اس ذوق کوحلاوت ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے''۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم۲/۱۳)

پانچویں قسم: خوف میں شرک:

شریعت اسلامیہ میں خوف الٰہی کو افضل و اہم ترین مقام نیز عبادات میں اس کو مرکزیت حاصل ہے،لہذا خوف وخشیت صرف اللہ تعالی سے ہونی چاہیئے اللہ تعالی کے علاوہ دوسری ہستیوں سے خوف زدہ ہونا شرک ہے،اس کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: پوشیدہ خوف: انسان غیر اللہ مثلا بت، طاغوت، جنات، صاحب قبر وغیرہ سے خوف کھائے کہ وہ اسے کسی مصیبت میں مبتلا نہ کردیں، جیسا کہ قوم ہود نے ہود علیہ السلام سے کہا:

﴿إِن نَّقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوَءٍ قَالَ إِنِّيَ أُشْهِدُ اللّهِ وَاشْهَدُواْ أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ (54)مِن دُونِهِ فَكِيدُونِي جَمِيعاً ثُمَّ لاَ تُنظِرُونِ (55)إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم﴾
(ہود:۵۴-۵۶)

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اوپر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے، ہود علیہ السلام نے کہا: میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اورتم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنھیں تم شریک بنا رہے ہو، اچھا تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے بالکل بھی مہلت نہ دو، میرا بھروسہ صرف اللہ تعالی پر ہے جو میرا

اور تم سب کا پروردگار ہے۔

جیسا کہ آج کل کے نام نہاد مسلمان بھی اس قسم کے توہمات کے شکار ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ فوت شدہ اشخاص اور تمہارے پیر و بزرگ کچھ کرنے پر قادر نہیں ہیں، تو کہتے ہیں کہ یہ ان کی شان میں گستاخی ہے اور خطرہ ہے کہ اس طرح کے گستاخ کا بیڑا وہ غرق کر دیں۔

اور جیسا کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے بتوں سے ڈرایا، جس کا ذکر اللہ نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں کیا۔

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ﴾ (الزمر:۳۶)

کیا اللہ تعالی اپنے بندے کے لئے کافی نہیں، یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا غیروں سے ڈراتے ہیں۔

شرک کرنے والے اللہ تعالی کے سوا غیروں سے ڈرتے ہیں اور دوسروں کو ڈراتے ہیں، مثلاً اگر فلاں قبر پر چڑھاوا نہ دیا گیا تو فلاں تکلیف ہوگی اور اگر چاند کی گیارہویں تاریخ کو شیخ عبد القادر جیلانی کی گیارہویں شریف نہ منائی گئی تو گائیں اور بھینسیں مر جائیں گی یا دودھ دینا بند کر دیں گی، غیر اللہ کا یہ خوف جو دل میں چھپا رہتا ہے، یہ شرک اکبر، توحید کے منافی ہے۔

اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالی ہی ہے، اگر وہ کسی کو کوئی نفع دینا چاہے تو پوری دنیا مل کر بھی اس شخص کا نقصان نہیں کر سکتی اور اگر وہ کسی کو نقصان دینا چاہے تو پوری دنیا مل کر بھی اس کا فائدہ نہیں کر سکتی، تمام اختیارات اللہ

تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اعلان فرمارہا ہے:

﴿وَإِن يَمۡسَسۡكَ ٱللَّهُ بِضُرّٖ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَۖ وَإِن يَمۡسَسۡكَ بِخَيۡرٖ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ (17) وَهُوَ ٱلۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهِۦۚ وَهُوَ ٱلۡحَكِيمُ ٱلۡخَبِيرُ﴾ (الانعام:۱۷-۱۸)

اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے، وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب، برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے بھتیجے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو عقیدہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یا غلام انی أعلمك كلمات احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك و اذا سألت فاسأل الله و اذا ستعنت فاستعن بالله و اعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك الا بشيء قد كتبه الله لك و لو اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك الا بشيء قد كتبه الله عليك رفعت الأقلام و جفت الصحف“

اے بچے! میں تمھیں کچھ باتیں سکھلاتا ہوں، تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم

سوال کرو تو اللہ تعالی ہی سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالی ہی سے کرو، تم یہ جان لو کہ اگر ساری امت کے لوگ مل کر تمھیں کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے ہیں مگر اللہ نے جو تمہارے حق میں لکھ دیا ہے اور اگر ساری امت کے لوگ مل کر تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے ہیں، مگر اللہ نے جو تمہارے حق میں لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لئے گئے اور رجسٹر بند کر دئے گئے۔

(ترمذی ۲۷۰۶، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف الترمذی ۶/ ۱۶)

یہ پوشیدہ خوف عبادت کی اہم ترین قسم ہے، ضروری ہے کہ اس کو اللہ واحد کے لئے خالص کیا جائے، چنانچہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرا جائے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ایک آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ﴾
(المائدۃ:۳)

آج کفار تمہارے دین سے ناامید ہوگئے، خبردار! تم ان سے نہ ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عاجزی، محبت، رجوع، توکل اور امید کی طرح خوف بھی دل کی عبادت ہے، یہ صرف اللہ تعالی کے لئے خاص رہنی چاہئے''۔ (طریق الہجرتین ص ۴۳۷)

دوسری قسم: خوف کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان بعض لوگوں سے ڈر کر ایسے امور کو چھوڑ دے جن پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے، یہ خوف قطعی طور پر حرام، شرک اصغر کی

قبیل سے ہے جیسا کہ زیرنظر آیت کریمہ میں اللہ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (173) فَانقَلَبُواْ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُواْ رِضْوَانَ اللّهِ وَاللّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (174) إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءهُ فَلاَ تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران:۱۷۳-۱۷۵)

وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ، تو اس بات نے انھیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے (نتیجہ یہ ہوا کہ) یہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی تکلیف نہ پہنچی، انھوں نے اللہ تعالی کی رضامندی کی پیروی کی، اللہ بہت بڑے فضل والا ہے، یہ خبر (کہ کافر بڑے طاقت ور اور مضبوط ہیں) دینے والا صرف شیطان ہی ہے، جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو اگر تم مومن ہو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”من التمس رضاء الله بسخط الناس كفاه الله مؤنة الناس و من التمس رضاء الناس بسخط الله و كله الله الى الناس“

جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کرلے تو اس کی تمام ضروریات کا اللہ تعالی خود کفیل ہو جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالی کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنے کی

کوشش کرتا ہے اللہ اسے لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے۔

(ترمذی ۲۵۹۷، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف الترمذی ۵/۴۱۵)

تیسری قسم: فطری خوف:

اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کسی دشمن یا کسی جنگلی درندے وغیرہ سے وقتی طور پر خوف کھا جائے، خوف کی یہ قسم مذموم نہیں ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجَاء رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَى قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ (20) فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفاً يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

(القصص: ۲۰-۲۱)

شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ! یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں، پس تو بہت جلد چلا جا، مجھے اپنا خیر خواہ مان، پس (موسیٰ علیہ السلام) وہاں سے خوف زدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے، کہنے لگے، اے پروردگار! مجھے ظالموں کے گروہ سے بچا لے۔

چھٹی قسم: توکل میں شرک:

ہمہ وقت ہر معاملہ میں اللہ پر اعتماد وبھروسہ کرنا عظیم عبادت ہے، چوں کہ جملہ عبادات کا حقدار صرف اللہ ہے اس لئے اس عبادت کو بھی اللہ ہی کے لئے خالص کرنا ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَلَى اللّهِ فَتَوَكَّلُواْ إِن كُنتُم مُّؤُمِنِيْنَ﴾ (المائدة:۲۳)

اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

رہا مسئلہ غیر اللہ پر اعتماد و توکل کا، تو اس کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسے امور میں غیر اللہ پر توکل کرنا جن کی قدرت صرف اللہ کے پاس ہے، جیسے کہ مردوں پر بھروسہ رکھنا کہ وہ ہماری مدد کریں گے، ہمیں روزی دیں گے، آفات و بلایا سے ہماری حفاظت کریں گے، یا بروز قیامت بارگاہ الٰہی میں ہماری سفارش کریں گے، یہ عقیدہ توحید کے منافی، شرک اکبر ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ زیر نظر آیت کریمہ میں اس شخص سے ایمان و اسلام کی نفی کر دی ہے جو اللہ پر توکل رکھنے کے بجائے قبر والوں یا بتوں پر توکل رکھے، چنانچہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَقَالَ مُوسَى يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُواْ إِن كُنتُم مُّسْلِمِيْنَ﴾ (یونس:۸۴)

اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔

دوسری قسم: ظاہری اسباب و ذرائع پر بھروسہ کرنا جیسے کہ کوئی شخص کسی امیر، بادشاہ یا زندہ قادر شخص پر بھروسہ کرے کہ وہ ہمیں کچھ دے گا یا کسی شر سے ہمارا بچاؤ کرے گا وغیرہ، تو یہ شرک اصغر ہے کیوں کہ اس میں اللہ کے بجائے انسان پر اعتماد کیا گیا ہے۔

تیسری قسم: جائز وکالت:

جائز وکالت یہ ہے کہ انسان کسی کو ایسے کام پر وکیل بنائے جسے وہ کر سکتا ہے، مثلاً

کسی سامان کے بیچنے یا خریدنے وغیرہ کا وکیل بنانا، تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ وکیل پر توکل نہ کرے بلکہ اللہ تعالی پر توکل کرے جو حقیقی مسبب الاسباب اور امور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا ہے۔

(الارشاد الی صحیح الاعتقاد ص ۸۷، فتح المجید ص ۴۱۲)

علامہ خلیل عراقی رحمہ اللہ شرک اکبر کی قسموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ شرک اکبر کہتے ہیں عبادات میں سے کسی عبادت کو غیر اللہ کے لئے انجام دینا جیسے کہ کوئی شخص اللہ کے سوا غیر کو پکارے، اللہ کے علاوہ کے لئے ذبح کرے یا نذر مانے یا عبادت کی کوئی قسم قبروں میں مدفون ہستیوں، جنوں اور شیطانوں کے لئے انجام دے یا اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی میں غیر اللہ سے امیدیں وابستہ کرے اور ان کے علاوہ دیگر عبادات جو صرف اللہ کے لئے انجام دی جاتی ہیں"۔

(دیکھئے: تیسیر الوصول الی معرفۃ الثلاثۃ الاصول ص ۸۷)

(۵) شرک اکبر کی مذمت:

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے عقیدہ شرک کی مثال ایک ایسے خبیث درخت کے ساتھ دی ہے جس کی جڑیں نہ جسے استحکام حاصل ہے نہ قرار، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ﴾ (ابراھیم:۲۶)

کلمہ خبیثہ (شرک) کی مثال ایک ایسے بدذات درخت کی سے ہے جو زمین کی بالائی سطح سے ہی اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اور اس کے لئے کوئی استحکام نہیں ہے۔

چوں کہ کائنات کی کوئی چیز عقیدہ شرک کی تائید نہیں کرتی، اس لئے اس شجرہ خبیثہ کی کہیں بھی جڑیں نہیں بننے باتیں اور نہ اسے کہیں نشونما کے لئے سازگار ماحول میسر آتا ہے اور اگر کبھی طاغوتی قوتوں کی سرپرستی میں یہ درخت اگ بھی آئے تو اس کی جڑیں زمین کی صرف بالائی سطح تک رہتی ہیں جسے شجرہ طیبہ (توحید) کا معمولی سا جھونکا بھی آسانی کے ساتھ بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا ہے، اس لئے اسے کہیں قرار اور استحکام نصیب نہیں ہو پاتا، شرک چونکہ خود ایک خبیث اور بدذات درخت کے مانند ہے، لہذا اس کے برگ و بار اور پھل پھول بھی اسی طرح خبیث اور بدذات ہیں جو ہر آن معاشرہ میں اپنا زہر اور بدبو پھیلاتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں کے پیش نظر یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ دنیا میں شر و فساد کی تمام مختلف صورتیں اور بدامنی، اخلاقی و معاشرتی بگاڑ وغیرہ سب کا بنیادی سبب یہی شجرہ خبیثہ یعنی عقیدہ شرک ہے۔

ہم ذیل میں اس کی بعض مذمتوں اور ہلاکت خیزیوں کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) شرک اکبر کا ارتکاب حرام اور وہ روئے زمین کا سب سے بڑا گناہ ہے:

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا......﴾ (الانعام:۱۵۱)

آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے وہ یہ کہ اللہ کے سات کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ......

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو خواہ تجھے مار ڈالا جائے اور جلا دیا جائے۔

(تحقیق الالبانی: (حسن لغیرہ) دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب ۱/ ۱۳۷ ح ۵۶۷)

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے تین بار فرمایا: کیا میں تمھیں بڑے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور بتلائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) جھوٹی گواہی دینا۔

(بخاری حدیث نمبر ۲۵۱۱، مسلم حدیث نمبر ۲۶۹)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ جب کہ اسی اللہ نے تمھیں پیدا کیا ہے......۔

(بخاری حدیث نمبر ۵۶۵۵، مسلم حدیث نمبر ۲۶۷)

(۲) شرک بہت بڑا ظلم اور بہتان ہے:

جیسا کہ اللہ تعالی نے لقمان علیہ السلام کی نصیحت کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان:۱۳)

اور لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بیٹے تم اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْماً عَظِيماً ﴾ (النساء:۴۸)

اور جو اللہ تعالی کے ساتھ شریک مقرر کرے، اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

(۳) مشرک ناپاک ہے:

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُواْ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَـذَا ﴾ (التوبۃ:۲۸)

اے ایمان والو! بے شک مشرک ناپاک ہیں، وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ پھٹکنے پائیں۔

(۴) مشرک سے اللہ اور اس کے رسول بری ہیں:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ وَأَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ ﴾ (التوبة:۳)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مشرکوں سے بری ہیں۔

(۵) مشرک دنیا و آخرت میں گمراہ ہے:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيداً ﴾ (النساء:۱۱۶)

اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

(٦) شرک اکبر کا مرتکب جو کچھ نیکیاں کرتا ہے سب ضائع اور برباد ہیں:

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّهِ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلاَّ اللّهَ فَعَسَى أُوْلَـئِكَ أَن يَكُونُواْ مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾ (توبہ:١٧)

لائق نہیں کہ مشرک اللہ تعالی کی مسجدوں کو آباد کریں دراں حالیکہ وہ خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں، ان کے اعمال غارت وا کارت ہیں اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں انبیاء کی مقدس جماعت ابراہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسی، ہارون، زکریا، یحی، عیسی، الیاس، اسماعیل، یسع، یونس اور لوط علیہم السلام کا ذکر خیر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُواْ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ (الانعام:٨٨)

اگر فرضا یہ حضرات (انبیاء) بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔

ایک مقام پر اللہ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الزمر:٦٥)

یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔

اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ﴾ (الشعراء:۲۱۳)

پس اے نبی! اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں اللہ نے اپنے محبوب پیغمبر محمد ﷺ کو خطاب کر کے بڑے فیصلہ کن اور دوٹوک انداز میں یہ بات ارشاد فرما دی ہے کہ شرک کا ارتکاب اگر آپ نے بھی کیا تو نہ صرف یہ کہ آپ کے سارے نیک اعمال ضائع کر دئے جائیں گے بلکہ آپ کو دوسرے مشرکین کے ساتھ جہنم کا عذاب بھی دیا جائے گا۔

انبیاء علیہم السلام سے شرک کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا اس کے باوجود اللہ نے پیغمبروں کا نام لے کر حتی کہ سید الرسل خاتم الانبیاء محمد ﷺ سے خطاب فرما کر مشرک کی بابت یہ اعلان فرمایا کہ شرک سے سارے عمل برباد ہو جائیں گے، مطلب پیغمبروں کی امتوں کو اور آخر میں آخری امت - امت محمدیہ - کو تنبیہ کرنا ہے کہ شرک نہایت خطرناک عمل ہے جو اس میں ملوث ہو گیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

(۷) شرک اکبر کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کے گناہ کی معافی نہیں ہے:

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيداً﴾ (النساء:۱۱۶)

اسے اللہ تعالی قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

بلکہ اللہ تعالی نے حالت شرک میں مرنے والوں کے لئے بخشش کی دعا تک کرنے سے منع فرما دیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوا أُوْلِي قُرْبَى مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ﴾ (توبہ:۱۱۳)

نبی اور اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت طلب کی، مگر اللہ نے مجھے اجازت نہ دی۔'' (مسلم ۲۳۰۳)

(۸) شرک اکبر کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مر جائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے:

جیسا کہ اللہ عز وجل نے فرمایا: ﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ (المائدۃ:۷۲)

یقین مانو کہ جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کر دی

ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور گناہ گاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة و من مات يشرك بالله شيئا دخل النار“

جس شخص کا انتقال ہوگیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہیں کرتا تھا وہ جنت میں داخل ہوا، اور جس شخص کا انتقال ہوگیا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا تھا وہ جہنم میں داخل ہوا۔ (مسلم حدیث نمبر ۲۷۹)

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ انھوں نے بعثت مبارک کے بعد ہر مشکل وقت میں بڑی جرأت اور استقامت کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا، قریش مکہ کے ظلم وستم اور بے پناہ دباؤ کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے، شعب ابی طالب کے ایام اسیری میں آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا، ابوجہل وغیرہ نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تو بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نوجوانوں کو اکٹھا کر کے حرم شریف لے گئے اور ابوجہل کو علی الاعلان مرنے مارنے کی دھمکی دی، جناب ابوطالب زندگی بھر رسول اکرم ﷺ کا اس طرح ساتھ دیتے رہے جس سال ابو طالب کا انتقال ہوا، رسول اللہ ﷺ نے اسے عام الحزن (غم کا سال) قرار دیا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خونی تعلق اور دینی معاملات میں آپ ﷺ کی بھرپور حمایت کے باوجود صرف توحید نہ اپنانے کی وجہ سے جناب ابوطالب جہنم میں چلے جائیں گے۔ (بخاری ۳۸۸۵، مسلم ۵۳۵)

(۵) شرک اکبر کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مرجائے، تو وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أُوْلَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ (البینۃ:۶)

بیشک جو لوگ اہل کتاب میں سے کافر ہوئے اور مشرکین سب دوزخ کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ شرک اور اس کے انجام بد کی بابت اتنی صراحتوں کے باوجود ہمارے معاشرہ میں یا غوث، یا علی مدد، یا رسول اللہ مدد وغیرہ نعرے ورد زبان رہتے ہیں، اسی طرح بہت سے اصحاب قبور اور فوت شدہ بزرگان سے مدد طلب کی جاتی ہے اور ان کے آستانوں پر رکوع سجدے کئے جاتے ہیں۔

(۶) شرک اصغر کی تعریف:

ہر وہ قول وفعل شرک اصغر کہلاتا ہے جو شرک اکبر میں جا پڑنے کا وسیلہ ہو، شریعت میں اس کی ممانعت وارد ہوا اور اسے شرک کا نام دیا گیا ہو۔

(دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱/ ۷۴۸، الکواشف الجلیہ عن معانی الواسطیۃ ص ۱۸۶)

(۷) شرک اصغر کا حکم:

شرک اصغر حرام اشیاء وامور میں سے ایک، بلکہ شرک اکبر کے بعد بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے، بس فرق اتنا ہے کہ اس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے۔ (دیکھئے: العقیدۃ فی صحفات ص ۴۱، فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱/ ۷۴۹)

(۸) شرک اصغر کے نقصانات:

شرک اصغر کا نقصان یہ ہے کہ جس عمل میں یہ شرک پایا گیا اس عمل کا اجر وثواب اکارت ہوجاتا ہے، بلکہ اگر عمل واجبی ہو تو اس پر بندہ مسلم گناہ گار ہوتا ہے، کیوں کہ وہ اس واجب کو نہ بجالانے والے کے حکم میں ہے، نیز اس کا نقصان یہ بھی ہے کہ کہیں وہ اس کے مرتکب کو شرک اکبر میں مبتلا نہ کردے۔ (دیکھئے: الجواب الکافی ص ۱۵۵)

(۹) شرک اکبر اور شرک اصغر میں فرق:

(۱) شرک اکبر کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مرجائے، تو اس کے گناہ کی معافی نہیں ہے لیکن شرک اصغر کا مرتکب مشیئت الٰہی کے تحت ہے اگر چاہے تو اللہ اسے معاف کردے چاہے تو عذاب دے۔

(۲) شرک اکبر کے ارتکاب سے ساری نیکیاں اکارت ہوجاتی ہیں لیکن شرک اصغر سے صرف وہی نیکی اکارت ہوتی ہے جس میں شرک اصغر پایا گیا۔

(۳) شرک اکبر کا مرتکب دین اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لیکن شرک اصغر کا مرتکب دین اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

(۴) شرک اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا لیکن شرک اصغر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ اس کا معاملہ کبیرہ گناہوں کے مرتکبین جیسا ہوگا۔

(دیکھئے: الکواشف الجلیہ ۱۸۷، فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱/ ۷۴۹)

دوسری فصل:

عصر حاضر میں کلمہ گو مشرکین کے یہاں شرک اکبر کے مظاہر

شرک کرنے والوں میں کچھ تو ایسے ہیں جو رسالت اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، مثلاً عہد نبوی کے مشرکین یا ہمارے زمانہ میں ہندو دھرم کے پیروکار، جنھیں کافر ومشرک کہا جاسکتا ہے، لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالی، رسالت اور آخرت پر ایمان رکھنے کے باوجود شرک اکبر کرتے ہیں، جس کی گواہی خود قرآن مجید نے دی ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيْمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَـئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (الانعام:۸۲)

(قیامت کے روز) امن انھیں کے لئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّهِ إِلاَّ وَهُم مُّشْرِكُونَ﴾ (یوسف:۱۰۶)

لوگوں میں سے اکثر ایسے ہیں جو اللہ تعالی پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہیں۔

دونوں آیتوں سے یہ بات واضح ہے کہ بعض لوگ کلمہ پڑھنے اور آخرت پر ایمان

لانے کے باوجود شرک میں مبتلا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو کلمہ گو مشرک کہا جاتا ہے،ہم ذیل میں ایسے لوگوں کے یہاں پائے جانے والے شرک کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) قبر والوں کو پکارنا:

توحید یہ ہے کہ دکھ و درد میں دعائیں سننے والا اور قبول کرنے والا اللہ وحدہ لا شریک لہ کو سمجھا جائے، اسی کو پکارا جائے ،اسی سے سوال کیا جائے،اسی سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

مشرکین مکہ اللہ تعالی کو خالق، مالک، نافع وضار،کشتی پار لگانے والا وغیرہ سمجھتے تھے،لیکن اللہ تعالی نے انھیں مشرک اس لئے قرار دیا کہ وہ اللہ تعالی کے سوا انبیاء، اولیاء، ملائکہ،جنوں اور بتوں کو ما فوق الاسباب قوتوں کا مالک ومختار سمجھتے تھے اور انھیں مشکلات وحاجات اور مصائب وآلام میں پکارتے تھے،ان کے اس عقیدہ کی تردید اللہ وحدہ لا شریک لہ نے قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر کی ہے جن میں سے چند ایک آیات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

اگر آج بھی کوئی کلمہ شہادت پڑھ کر اللہ کے علاوہ کسی کو ما فوق الاسباب قوتوں کا مالک ومختار سمجھے، انھیں مشکلات ومصائب اور حاجات وضروریات میں پکارے، فوت شدہ ہستیوں کو غوث اعظم ،گنج بخش، داتا اور فریادرس گردانے ،ان کے نام نذر ونیاز اور بکرے چڑھائے ،انھیں مرادیں پوری کرنے والا اور بگڑی بنانے والا خیال کرے،تو وہ مشرک،شرک اکبر کا مرتکب ہے۔

اللہ نے قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں ہمیں حکم دیا ہے کہ خالص ایک اللہ

ہی کو پکارا جائے، چنانچہ ایک آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿وَادْعُوهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (الاعراف:۲۹)

اور دین کو اللہ کے لئے خاص مانتے ہوئے اللہ ہی کو پکارو۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً﴾ (الاعراف:۵۵)

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔

اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً﴾ (الجن:۱۸)

اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ تعالی کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

غیر اللہ کو پکارنا بے سود ہے نہ تو وہ دعائیں سن سکتے ہیں اور نہ کوئی بگڑی بنا سکتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ نے ایک آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿......ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ (13)إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر:۱۳-۱۴)

تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے جنھیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو فریادرسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف

انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔

اللہ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلاَ تَدْعُ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَنفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِينَ (106) وَإِن يَمْسَسْكَ اللّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (یونس:۱۰۶-۱۰۷)

اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو مت پکارو جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر ، پھر اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (5) وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاء وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ (الاحقاف:۵-۶)

اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں اور وہ اس کے پکارنے ہی سے غافل ہیں اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار

کر جائیں گے۔

اس مفہوم کی آیات بہت زیادہ ہیں جن میں اللہ نے صرف ایک رب کو پکارنے کا حکم دیا ہے اور اور اپنے سوا غیروں کو پکارنے سے منع فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''دعا بھی عبادات میں سے ہے، لہذا جو شخص کسی مردہ یا غائب مخلوق کو پکارے اور ان سے مدد طلب کرے، حالانکہ اللہ تعالی نے اس کا حکم نہیں دیا ہے، تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے''۔ (قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ ص ۲۶۵)

شیخ احمد بن ناصر النجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور ساتھ ہی شرک بھی کرے، مردوں کو پکارے، ان سے فریادیں کرے، ان سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کرے، تو وہ شخص مشرک کافر ہے، گرچہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے، نماز پڑھے، روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔ (الہدیۃ السنیۃ والتحفۃ الوہابیۃ ص ۵۲)

قرآن کریم کی اتنی صراحتوں اور دوٹوک فیصلے کے باوجود اگر ہماری عقلوں کے دریچے نہیں کھلتے اور ہمیں توحید و شرک میں فرق سمجھ میں نہیں آتا، تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ گمراہی ہمارے اوپر مسلط ہو چکی ہے، ہمیں اللہ واحد سے سچے دل کے ساتھ شب و روز راہ حق کی ہدایت کا سوال کرنا چاہیے۔

نیز ہمیں اپنی نظروں سے تعصب کی عینک اتار کر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ کیا قبروں میں مدفون ہستیاں جنھیں اپنے حال کا پتہ نہیں، کیا وہ ہماری التجائیں سن

سکتیں اور ہماری حاجت روائی کر سکتی ہیں، کیا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر قبر والوں کو داتا، دستگیر، مشکل کشا، غوث وغیرہ مانیں، کیا قرآن وحدیث میں کہیں بھی موجود ہے کہ فوت شدہ اشخاص کو اپنی مدد کے لئے پکارو کہ وہ بھی عون الٰہی کا مظہر ہیں؟ کیا انبیاء علیہم السلام نے اپنے پیشرو پیغمبروں سے استمداد واستعانت کی؟ کیا صحابہ نے قبروں میں مدفون بزرگوں سے اپنی حاجات طلب کیں؟ انھیں نفع وضرر کا مالک سمجھا؟ اور آج کل قبروں پر جو کاروبار لات ومنات کی گرم بازاری ہے کیا صحابہ وتابعین میں اس کی کوئی مثال کسی صحیح سند سے ملتی ہے؟ اگر نہیں! تو ہم کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والے قبروں کے ساتھ یہ سب کچھ کیوں کرتے ہیں۔

اللہ اپنے نبی محمد ﷺ کو خطاب کر کے فرما رہا ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَداً﴾ (الجن:۲۰)

آپ اعلان کر دیجیے کہ (حاجت کے وقت) میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور (کسی اور کو پکار کر) اس کے ساتھ شرک نہیں کرتا۔

چوں کہ تمام قبر پرست اپنے آپ کو فقہ حنفی کا پیروکار کہتے ہیں، حالانکہ فقہ حنفی میں قبر والوں سے فریاد رسی کو حرام، باطل اور شرک کہا گیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی لکھتے ہیں:

''جاہلوں کا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کہنا کفر وشرک ہے''۔

نیز مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی لکھتے ہیں:

''یا عبدالقار جیلانی شیئا للہ کہنے سے اجتناب ضروری ہے، بعض فقہاء نے اسے

کفر کہا ہے، نیز اس جملے کے کہنے والے کے دل میں یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ بزرگ، عالم الغیب اور صاحب اختیار ہے اور یہ عقیدہ شرک ہے۔ (ارشاد الطالبین ص ۱۸)

اور اس قوم کا کیا کہنا جس کے رہبر ومرشد عوام سے زیادہ گمراہ، بدعقیدہ اور بدچلن ہوں، ملاحظہ کریں ذیل میں اپنے علماء کے چند اقوال:

''اولیاء سے مدد مانگنا، انھیں پکارنا اور ان سے وسیلہ لینا شرعا درست، ایک پسندیدہ عمل ہے، جس کا انکار وہی کرے گا جو ہٹ دھرم یا دشمن انصاف ہو''۔

(فتاوی رضویہ از احمد رضا بریلوی ص ۳۰۰)

احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

''میں نے جب بھی مدد طلب کی یا غوث ہی کہا، ایک مرتبہ میں نے ایک دوسرے ولی سے مدد مانگنی چاہی مگر میری زبان سے ان کا نام ہی نہ نکلا، بلکہ زبان سے یا غوث ہی نکلا''۔ (ملفوظات احمد رضا بریلوی ص ۳۰۷)

کتاب ''فوائد الفوائد'' کے حوالہ سے منقول ہے کہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید بارہا فرمایا کرتے تھے میری وفات کے بعد جس کو کوئی مہم درپیش ہو تو اس سے کہو تین دن میری زیارت کو آئے، اگر تین دن گزر جانے کے بعد بھی وہ کام پورا نہ ہو تو چار دن آئے اور اب بھی کام نہ نکلے تو میرے قبر کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔

(تصوف کی تین اہم کتابیں از سید احمد عروج قادری ص ۵۹)

میں نے یہ چند اقوال بطور مثال پیش کئے ہیں، ورنہ اس کوچہ کے اسرار ورموز سے واقف لوگ جوب جانتے ہیں کہ حقیقت حال اس سے کہیں زیادہ ہے، یہ عقل وخرد کی

موت ،فکر ونظر کی مفلسی اور اسلامی ایمان وعقیدہ کی رسوائی نہیں تو اور کیا ہے؟

لوگو! تم ان گمراہ علماء کی اندھی تقلید چھوڑ و، اندھیروں سے نکلو روشنی کی دنیا میں آؤ، توحید کو اپنے سینے سے لگا کر اپنی زندگی کو دنیا وآخرت میں گل گلزار کرلو، ورنہ بروز قیامت کف افسوس ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا (66)وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا (67)رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْناً كَبِيراً﴾

(الاحزاب:٦٦-٦٨)

اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیئے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالی اور رسول کی اطاعت کیئے ہوتے اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا، پرودگار تو انھیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔

برادر عزیز! معاملہ چند کوڑیوں کا نہیں کہ اسے لا پرواہی کی نذر کر دیا جائے بلکہ معاملہ جنت وجہنم کا ہے،توحید پرست کے لئے ابدی عیش وآرام اور قبر پرست کے لئے دائمی سزا اور عذاب کا ہے، اس لئے شرک وکفر سے تائب ہوکر جلد ہی دامن توحید میں آجائیں۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس

جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام آئے اور انھوں نے مجھے بشارت دی کہ آپ کی امت میں سے جس شخص کا انتقال ہو جائے اور وہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری ۳۰۵۰، مسلم ۲۸۲)

دعوت غور وفکر: اے بزرگان دین اور اولیاء کرام کے ماننے والو! تمہارا ایمان ہے کہ علی ہجویری خزانے عطا کرتے ہیں، خواجہ معین الدین چشتی طوفان سے نجات بخشتے ہیں، عبد القادر جیلانی مشکلات و مصائب دور کرتے ہیں، امام بری کھوٹی قسمتیں کھری کرتے ہیں اور سلطان باہو اولاد سے نوازتے ہیں، کبھی تم نے غور کیا کہ جب علی ہجویری نہیں تھے تو خزانے کون عطا کرتا تھا، جب معین الدین چشتی نہیں تھے تو طوفان سے نجات کون بخشتا تھا، جب عبد القادر جیلانی نہیں تھے تو مصائب اور مشکلات کون دور کرتا تھا، جب امام بری نہیں تھے کو کھوٹی قسمتیں کھری کون کرتا تھا، جب سلطان باہو نہیں تھے تو اولاد کون دیتا تھا۔ (عقیدہ توحید اور دین خانقاہی ص ۳)

(۲) قبروں پر سجدے کرنا:

مشرکین مکہ اپنے بتوں کو سجدہ کرتے تھے، جیسا کہ اس زمانہ کے کلمہ گو مشرکین قبروں پر سجدہ کرتے ہیں، اللہ تعالی نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (حم سجدہ: ۳۷)

اور دن رات اور سورج اور چاند بھی (اسی کی) نشانیوں میں سے ہیں، تم سورج کو سجدہ نہ کرو نہ چاند کو، بلکہ سجدہ اس اللہ کے لئے کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے،

اگر تمھیں اسی کی عبادت کرنی ہے۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں کسی کو کسی کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے۔'' (ترمذی ۱۱۹۲، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: مشکاۃ المصابیح ۲/ ۲۳۹)

چنانچہ قیام، رکوع، سجدہ یہ سب عبادتیں ہیں جو صرف اللہ کے لئے مخصوص ہیں، ان کا اللہ کے سوا کسی اور کے لئے انجام دینا شرک ہے۔

(۳) قبروں کا طواف کرنا:

اللہ کے مبارک گھر خانہ کعبہ کا طواف عبادت ہے اس کے اس گھر کے علاوہ روئے زمین پر کوئی بھی جگہ ایسی نہیں جس کا طواف کیا جائے۔

اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج:۲۹)

اور اللہ کے قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔

اللہ نے اس عبادت پر عظیم اجر و ثواب رکھا ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"من طاف بالبيت و صلى ركعتين كان كعتق رقبة"

جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے اور دو رکعت نماز پڑھے تو اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔

(ابن ماجہ ۲۹۵۶، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۳/۲۴)

بعض جاہل مسلمان قبروں کا طواف کرتے ہیں جو صریح شرک اور کھلم کھلا گمراہی

ہے، اگر قبروں کا طواف باعث تقرب الٰہی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ضرور اس کی راہ نمائی کی ہوتی اور سلف صالحین نے اس پر عمل کیا ہوتا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ طواف صرف خانہ کعبہ کا مشروع ہے، خانہ کعبہ کے علاوہ حجرہ نبوی یا بزرگوں کی قبروں وغیرہ کا طواف گمراہی ہے''۔ (فتاوی ابن تیمیہ ۲۸/۲۳)

شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''قبر کا طواف اور اس سے برکت طلبی حرام، شرک ہے، اس لئے کہ طواف عبادت ہے اس کا غیر اللہ کے لئے انجام دینا شرک ہے''۔ (فتاوی ابن ابراہیم ۱/۱۲۲)

(۴) قبروں کا حج کرنا:

بعض قبر پرست قبروں کا حج کرتے ہیں، ہر سال حج کے دن کی طرح اس کا دن مقرر کیا جاتا ہے، احرام کی جگہ ننگے سر یا ننگے پیر چلنے کی قید لگائی جاتی ہے، لبیک اللھم لبیک ...... کے مقابلے میں یا ہو حق یا ہو، بیشک باہو، یا داتا، یا شیخ جیلانی جیسے نعرے لگائے جاتے ہیں، غلاف کعبہ کی طرح قبر کی چادر کا انتظام ہوتا ہے، حجر اسود کے بوسہ کی جگہ قبر کے سرہانے یا پائتانے کے پتھر کو چوما جاتا ہے، طواف کعبہ کے بدلے قبر کے چکر لگتے ہیں، سجدے اور رکوع ہوتے ہیں، دعائیں اور منتیں کی جاتی ہیں، اللہ کے بجائے حضرت کی نذر کا بکرا، اونٹ اور دیگیں لائی جاتی ہیں، پھر آخر میں اپنے سروں کو چھلوا کر حلال ہو یا جاتا ہے، اور مصنوعی آب زمزم نوش کیا جاتا ہے۔

کیا اس سے بڑا بہتان، افتراء اور جھوٹ اللہ اور اس کے رسول پر کوئی اور بھی

ہوسکتا ہے کہ کلمہ گو شخص قبروں کا حج کرے جس کا نہ تو اللہ نے حکم دیا ہے نہ اس کے رسول نے، یہ محض ابلیس لعین کی اختراع ہے جسے دیکھ کر ابلیس اور اس کے اعوان کس قدر خوش ہوتے ہوں گے۔

یاد رکھو! عبادت صرف اللہ رب العزت کا حق ہے اس طریقہ پر جس طریقہ سے اللہ اور اس کے رسول نے مشروع قرار دیا ہے، روزانہ پانچ بار روئے زمین پر یہ صدا لگائی جاتی ہے:

أشھد أن لا الہ الا اللہ　　اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں

کتنے دکھ اور درد کا مقام ہے کہ پانچ مرتبہ نماز پڑھنے والے بھی ایسا عقیدہ رکھتے ہیں، حالانکہ وہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ میں پڑھتے ہیں جس میں یہ اعتراف کرتے ہیں:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحہ:۵)

اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

اور تشہد میں پڑھی جانے والی دعا التحیات میں وہ پڑھتے ہیں:

التحیات للہ والصلوات والطیبات............

تمام قولی (ذکر و دعا) فعلی (نماز، طواف وغیرہ) اور مالی (صدقہ وخیرات نذر و نیاز وغیرہ) عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

(۵) غیر اللہ کے لئے نذر ماننا:

نذر عبادت ہے جو خالص اللہ کا حق ہے، اس کا غیر اللہ کے لئے انجام دینا شرک اکبر ہے جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ (الدہر:۷)

یہ وہ لوگ ہوں گے جو نذر پوری کرتے ہیں۔

اللہ نے اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے کہ جو اگر نذر مان لیتے ہیں تو اسے پوری کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ نذر عبادت ہے اور اسے پوری کرنا ضروری ہے، بشرطیکہ معصیت کی نذر نہ ہو، چنانچہ حدیث میں ہے جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے معصیت الہی کی نذر مانی تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے یعنی اسے پورا نہ کرے۔ (بخاری ۶۳۱۸)

اللہ کو چھوڑ کر قبر والوں کے لئے نذر ماننا شرک اکبر ہے، جیسا کہ بعض لوگ قبروں پر چراغاں کرنے، اگر بتیاں جلانے، بھیڑ اور مرغے چڑھانے کی نذر مانتے ہیں۔

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں قبروں اور مزاروں پر جو نذریں پیش کی جاتی ہیں، بلاشبہہ حرام ہیں، اس لئے کہ نذر ماننے والے کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ صاحب قبر نفع ونقصان دے سکتا ہے، بھلائیاں پہنچا سکتا ہے، تکلیفوں کو دور کر سکتا اور بیمار کو شفا دے سکتا ہے، ٹھیک یہی کام بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ کرتے تھے تو جس طرح بتوں کے نام کی نذریں حرام ہیں اسی طرح قبروں اور مزاروں کے نام کی نذریں بھی حرام ہیں''۔ (سبل السلام ۴/ ۱۸۹۹)

فتوی کمیٹی سعودی عرب کے ایک فتوے میں کہا گیا ہے:

''جو کوئی مسلمان یہ اعتقاد رکھے کہ قبروں میں مدفون افراد کے لئے ذبح کرنا اور نذر ماننا جائز ہے، تو اس کا یہ اعتقاد شرک اکبر ہے جو اسے دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے''۔

(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱/۱۸۰)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''درمختار'' میں ہے:

''معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام مردوں کے نام پر جو نذریں اور نیازیں دیتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لئے مالی نذرانے پیش کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر چراغ اور تیل جلاتے ہیں وغیرہ، یہ سب چیزیں بالاجماع باطل حرام ہیں''۔ (الدرالمختار ۲/ ۴۳۹)

درمختار کی مشہور شرح ردالمحتار میں اس کی شرح یوں کی گئی ہے:

''اس نذر لغیر اللہ کے باطل اور حرام ہونے کی کئی وجوہ ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ قبروں کے یہ چڑھاوے وغیرہ مخلوق کے نام کی نذریں ہیں اور مخلوق کے نام کی نذر جائز نہیں، اس لئے کہ یہ (نذر بھی) عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کی جائز نہیں''۔ (ردالمحتار ۲/ ۴۳۹)

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نذر کی مندرجہ ذیل دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: نذر اللہ کے لئے ہو لیکن اپنی نذر کو کسی مزار یا قبر پر تقسیم کرے، تو یہ عمل ذریعہ شرک، خطرناک گناہ ہے۔

دوسری حالت: نذر قبر والے کے لئے ہو تو یہ عمل شرک اکبر دین اسلام سے خارج کر دینے والا ہے۔

(۶) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا:

ذبح عبادت ہے، اس کا غیر اللہ کے لئے انجام دینا شرک ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنی نماز اور اپنی قربانی اللہ ہی کے

لئے خالص کریں۔

چنانچہ فرمایا:﴿ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ﴾ (الکوثر:۲)

اپنے رب ہی کے لئے نماز پڑھیئے اور رب ہی کے لئے قربانی کیجئے۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (162)لاَ شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَاْ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الانعام:۱۶۲-۱۶۳)

آپ فرما دیجیے کہ بالیقین میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔

چوں کہ مشرکین مکہ اپنے جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اس لئے اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ کہیں کہ میری نماز میری قربانی سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لعن الله من ذبح لغير الله] اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کے لئے ذبح کرے۔ (مسلم حدیث نمبر ۱۹۷۸)

مذکورہ بالا نصوص صریحہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ذبح عبادت ہے، لہذا اللہ کے سوا قبر والوں کے لئے ذبح کرنا حرام، شرک اکبر ہے۔

واضح رہے کہ غیر اللہ کے لئے ذبح کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: ذبیحہ اللہ کے لئے ہو لیکن اسے کسی قبر یا مزار پر ذبح کیا گیا ہو، تو یہ

ایک سنگین حرام عمل ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا جس نے مقام بوانہ میں اونٹ قربان کرنے کی نذر مانی تھی کیا وہاں پر دور جاہلیت کا کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ لوگوں نے کہا: نہیں، پھر پوچھا: کیا وہاں پر دور جاہلیت کے لوگ کوئی تہوار مناتے تھے؟ لوگوں نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔

(ابوداؤد ۳۳۱۳، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے صحیح ابوداؤد ۲/ ۳۲۸)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ شرکیہ اڈوں پر جانوروں کا اللہ کے نام پر ذبح کرنا بھی معصیت ہے۔

دوسری حالت: جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، تو یہ عمل شرک اکبر ہے جس کا مرتکب کافر، دین اسلام سے خارج ہے۔

(۷) قبر والوں کو غیب داں سمجھنا:

غیب داں صرف اللہ تعالی کی ذات ہے، وہ ہر چیز کو ہر جگہ سے ہر وقت جانتا ہے، آج بہت سے مسلمانوں نے اللہ کے علاوہ دوسری ہستیوں کے متعلق یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ ان کو ہر بات کی خبر ہو جاتی ہے، مرید اپنے پیر سے متعلق یہی عقیدہ رکھتا ہے اور بہت سے لوگ نبی، ولی اور شہید کو عالم الغیب مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سارے حالات سے باخبر ہیں، مشکل میں پکاریں سنتے ہیں اور مدد کرتے ہیں، ان کی نذر و نیاز کریں تو ان کو علم ہو جاتا ہے، یہ عقیدہ صریح کفر ہے، اللہ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اس بات کی کھلے لفظوں میں صراحت کر دی ہے کہ غیب اللہ کے

علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا، حتی محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی غیب کا علم نہ تھا، نبیوں اور رسولوں کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا اللہ تعالی وحی والہام کے ذریعہ انھیں بتلا دیتا ہے اور جو علم کسی کے بتلانے سے حاصل ہو اس کے عالم کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا، عالم الغیب تو وہ ہے جو بغیر کسی واسطے اور ذریعہ کے ذاتی طور پر ہر چیز کا علم رکھے، ہر حقیقت سے باخبر ہو اور مخفی سے مخفی چیز بھی اس کے دائرہ علم سے باہر نہ ہو، یہ صفت صرف اور صرف اللہ کی ہے، اس لئے صرف وہی عالم الغیب ہے، اس کے سوا کائنات میں کوئی بھی عالم الغیب نہیں، جیسا کہ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً (26)إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ﴾ (الجن:٢٦)

وہ (اللہ) غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرلے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلَا ضَرّاً إِلَّا مَا شَاء اللّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَاْ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف:١٨٨)

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے

والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

یہ آیت اس بات میں کتنی واضح ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں، عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے لیکن ظلم و جہالت کی انتہا ہے کہ اس کے باوجود اہل بدعت آپ ﷺ کو عالم الغیب باور کراتے ہیں، حالانکہ بعض جنگوں میں آپ کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک بھی زخمی ہوا، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قوم کیسے فلاح یاب ہوگی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کر دیا، کتب حدیث میں یہ واقعات اور ذیل کے واقعات بھی درج ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو آپ ﷺ پورے ایک مہینہ تک سخت مضطرب اور نہایت پریشان رہے، ایک یہودی عورت نے آپ کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا جسے آپ نے بھی تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی حتی کہ بعض صحابہ تو کھانے کے زہر سے ہلاک ہی ہو گئے اور خود نبی ﷺ عمر بھر اس زہر کے اثرات محسوس فرماتے رہے، یہ اور اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جن سے واضح ہے کہ آپ کو عدم علم کی وجہ سے تکلیف پہنچی، نقصان اٹھانا پڑا جس سے قرآن کے بیان کردہ حقیقت کا اثبات ہوتا ہے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے کوئی مضرت نہ پہنچتی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی ﷺ آئندہ کل کو پیش آنے والے حالات کا علم رکھتے ہیں، اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا، اس لئے کہ وہ تو فرما رہا ہے کہ آسمان و زمین میں غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔

(بخاری ۶۹۴۵، مسلم ۴۵۷)

اللہ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ...﴾ (الانعام:۵۰)

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں.....۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِى ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِى كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (الانعام:۵۹)

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں (خزانے) ہیں، ان کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو دریاؤں میں ہیں، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین (لوح محفوظ) میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا:

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (النمل:۶۵)

کہہ دیجیے کہ آسمان اور زمین والوں میں سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انھیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے۔

ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی صرف انھیں باتوں کو جانتے ہیں جو اللہ تعالی وقتاً فوقتاً ان کو بتلا دے، اور فقہاء حنفیہ نے اس عقیدہ کو کہ ''رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا'' صراحتاً کفر قرار دیا ہے، کیوں کہ یہ عقیدہ اللہ تعالی کے فرمان ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین والوں میں سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا) کے مخالف ہے۔ (شرح فقہ اکبر ۱۸۲)

اور فتاوی بزازیہ میں ہے: ''ہمارے (حنفی) علماء نے کہا: کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور غیب جانتی ہیں، وہ کافر ہے''۔

(فتاوی بزازیہ ص ۳۳۶، برحاشیہ فتاوی عالمگیری ص ٦)

(۸) قبروں سے برکت طلبی:

ہر طرح کی برکت اللہ کی جانب سے ہے، لہذا برکت صرف اللہ سے طلب کی جائے گی، اس کا غیر اللہ سے طلب کرنا شرک ہے، اللہ نے بعض چیزوں میں برکت رکھی ہے اور اپنے نبی کی زبان مبارک سے ان سے حصول برکت کے طریقے بھی بتلائے ہیں، لہذا برکت کا سوال صرف اللہ ہی سے کیا جائے گا اور برکت اسی طریقہ سے طلب کی جائے گی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے۔

دلیل صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے، جسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ پانی کی قلت ہوگئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا، کچھ بچا ہوا پانی لاؤ، صحابہ کرام نے آپ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا، جس میں تھوڑا سا پانی تھا، آپ ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور صحابہ کو خطاب

کر کے فرمایا: مبارک پانی کی طرف آؤ، اور برکت اللہ کی جانب سے ہے، میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے ابل رہا تھا......آخر تک

(دیکھئے: صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۵۷۹/ المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

برکت طلبی کا معاملہ اپنی ہوا وہوس کے مطابق نہیں ہے کہ جس چیز میں چاہا برکت کا اعتقاد رکھا اور خود ساختہ طریقوں سے ان سے حصول برکت کی، جیسا کہ قبر پرست بعض قبروں کے تعلق سے برکت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور انھیں حصول برکت کی نیت سے چھوتے، بوسہ دیتے اور اس کی مٹی سے اپنے جسم کو خاک آلود کرتے ہیں۔

اگر آپ اولیاء وصالحین کی قبروں سے برکت طلبی کے مسئلہ پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ ان کی ذات اور ان کے آثار ونشانات سے برکت طلبی مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر جائز نہیں ہے۔

(۱) تبرک عبادت ہے اور کسی بھی عبادت کے اثبات کے لئے کتاب وسنت کی دلیل کا ہونا ضروری ہے، جب ہم کتاب وسنت کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں کوئی بھی ایسی دلیل نہیں ملتی ہے جس سے قبروں سے برکت طلبی کا ثبوت ہوتا ہو، لہذا یہ عمل باطل مردود ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد" جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے کرنے کا ہم نے حکم نہیں دیا، تو وہ باطل مردود ہے۔ (مسلم ۴۵۹۰)

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ﴾ (الشوری: ۴۲/۲۱)

کیا ان لوگوں نے اللہ کے ایسے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنھوں نے ایسے احکام دین مقرر کردئے ہیں جو اللہ تعالی کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے اور اسے سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ قبروں کی تعظیم کی جائے نہ ہی وہاں عبادات انجام دی جائیں اور نہ ہی مسجدوں کی طرح ان سے حصول برکت کی جائے۔

(۳) کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں کہ انھوں نے قبر نبوی یا قبر صحابہ کو حصول برکت کے لئے چھوا ہو۔

جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر قبروں کے پاس دعا، نماز اور ان سے برکت طلبی جائز عمل ہوتا تو صحابہ اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے، قبروں کے پاس خود بھی دعا کرتے اور دوسروں کو بھی یہ طریقے بتلاتے جبکہ وہاں پر بہت سے صحابہ کی قبریں موجود تھیں لیکن کسی نے بھی کسی قبر والے کو نہ تو پکارا نہ ان سے فریاد رسی کی نہ ان سے شفاعت طلب کی۔

مزید لکھتے ہیں: ''کیا روئے زمین پر کوئی ایسا شخص ہے جو کوئی صحیح یا ضعیف روایت ہی پیش کردے کہ صحابہ کو جب کوئی ضرورت درپیش ہوتی تو وہ قبر کے پاس آ کر دعا کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے''۔ (اغاثۃ اللہفان ص ۲۱۰)

تیسری فصل:

بعض شرکیہ اقوال وافعال

(۱) ریاکاری وشہرت طلبی:

اپنی عبادت کو ظاہر کرنا تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور اس کی مدح سرائی کریں، لوگوں میں اس کا چرچا اور اس کی شہرت ہو، ریا وشہرت کہلاتا ہے۔

(دیکھئے: فتح الباری ۱۱/ ۳۳۶ لسان العرب ۲/ ۲۰۳)

اگر عبادت مثلاً نماز، زکاۃ، روزہ وغیرہ کی بنیاد ریا ونمود پر ہو کہ کوئی شخص عبادت اصلا ریا ونمود اور شہرت طلبی ہی کے لئے انجام دے بایں طور کہ اگر یہ سبب نہ ہو تو وہ نہ تو نماز پڑھے، نہ زکاۃ دے، نہ روزہ رکھے نہ دیگر عبادات انجام دے، تو وہ شخص شرک اکبر کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کا شمار منافقین میں سے ہے جیسا کہ عہد نبوی میں مشرکین دکھاوے کے لئے دن کی نمازوں میں حاضر ہوتے تھے اور رات کی نمازوں میں نہیں آتے تھے کیوں کہ اندھیرا ہوتا کوئی انھیں دیکھتا نہیں تھا۔

اور اگر عبادت بنیادی طور پر رضائے الٰہی کے لئے ہو لیکن وہ اپنی عبادت کو ریاکاری کی خاطر مزین کرے تاکہ لوگ دیکھیں اور تعریف کریں، تو یہ شرک اصغر ہے جو بندہ مسلم کو اسلام سے خارج نہیں کرتا ہے، لیکن اگر یہ ریاکاری عبادت میں

شروع سے آخر تک شامل حال رہی تو وہ عبادت ضائع و برباد ہو جاتی ہے۔

اور اگر بندہ مسلم نے عبادت رضائے الٰہی کی خاطر شروع کی، پھر اس میں ریا کی نیت شامل ہوگئی، لیکن بندہ مسلم نے جدوجہد کی اور اپنے نفس سے ریا کے شائبہ کو ختم کر دیا، تو اس سے عبادت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اور اس کی عبادت عند اللہ مقبول ہے۔

(دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱/۴۹۷، فتح المجید ۳۶۹، معارج القبول ۲/۴۴۲، اعلام الموقعین ۲/۱۸۲)

کتاب وسنت میں شرک اصغر کی غایت درجہ مذمت اور اس سے اجتناب کی انتہائی تاکید وارد ہوئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ایک آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾ (الکہف: ۱۱۰)

تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو، اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے خطرناک چیز جس کے بارے میں میں تمہارے اوپر ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے، صحابہ نے پوچھا: اے نبی ﷺ شرک اصغر کیا چیز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ریا کاری، قیامت کے دن جب لوگوں کو اپنے اعمال کا بدلہ مل چکا ہوگا، تو اللہ تعالی ریا کاروں سے فرمائے گا ان لوگوں کے پاس جاؤ جنھیں دنیا میں تم اپنے اعمال دکھلاتے تھے دیکھو کیا تمہارے لئے ان کے پاس کوئی بدلہ ہے''

(مسند احمد ۳۹/۳۹ (تحقیق الالبانی: صحیح) دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب ۱/۸)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور ہم مسیح الدجال کے بارے میں بات چیت کررہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمھیں دجال سے بھی زیادہ خطرناک چیز کے بارے میں نہ بتلاؤں، ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور بتلائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پوشیدہ شرک، کہ آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور خوب سنوار کر نماز پڑھے اس بنا پر کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔

(ابن ماجہ ۲/ ۱۴۰۶ (تحقیق الالبانی: حسن) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۲/ ۴۱۰)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

”أنا أغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملا أشرك فيه معي غيرى تركته و شركه“

میں تمام شریکوں کی بنسبت شرک سے سب سے زیادہ بے پروا ہوں، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ غیر کو بھی شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شرک دونوں کو ترک کردیتا ہوں۔ (مسلم الزہد والرقائق حدیث نمبر ۲۹۸۵)

(۲) دنیا کی خاطر عبادت انجام دینا:

بندہ مسلم عبادات مال و دولت یا جاہ منصب کے حصول کے لئے انجام دے، رضائے الٰہی اس کا مطمح نظر نہ ہو، اس کے مندرجہ ذیل تین احوال ہیں:

پہلی حالت: عبادت سے بندہ مسلم کا مقصد خالص دنیا ہو کہ اگر یہ مقصد سامنے نہ ہو تو وہ عبادت نہ کرے، رضائے الٰہی وحصول جنت قطعاً مقصود نہ ہو، تو ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اس لئے کہ مومن وہ جس قدر بھی کمزور

ایمان ہو، اپنی عبادت سے رضائے الٰہی اور جنت کی نیت ضرور رکھتا ہے گرچہ اس کے ساتھ دنیا کا بھی طالب ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿مَن كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لاَ يُبْخَسُونَ (15)أُوْلَـئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ إِلاَّ النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُواْ فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ (ہود:١٥-١٦)

جو شخص دنیا کی زندگی اوراس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہو ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھر پور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انھیں کوئی کمی نہیں کی جاتی، ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انھوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالی مذکورہ آیت کریمہ میں فرمارہا ہے جس کی نیت و مقصد اپنی نیکیوں سے مجرد دنیا کا حصول ہو، تو ایسے شخص کو اللہ دنیا ہی میں (خوشی، صحت، اولاد، مال و دولت کی شکل میں) اس کی نیکیوں کا بدلہ دے دیتا ہے، پھر آخرت میں اس کے لئے کوئی نیکی نہیں ہوتی ہے جس کا وہ بدلہ دیا جائے، بہر حال مومن تو اسے دنیا نیز آخرت میں بھی اس کی نیکیوں کا ثواب ملتا ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر ٢/ ٥٣٥)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرضا من الدنيالم يجد عرف الجنة يوم القيامة"

جس نے شریعت کا علم جو رضائے الٰہی کے لئے سیکھا جاتا ہے دنیا حاصل کرنے کے لئے سیکھا، تو ایسا آدمی قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پاسکے گا۔

(ابن ماجہ ۲۴۸، ابوداؤد ۳۶۶۶ تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۱/ ۴۷)

مذکورہ حدیث میں دلیل ہے کہ جنت کی خوشبو سے محرومی کی وعید اس شخص کے لئے ہے جس کا مقصد طلب علم سے حصول دنیا ہو۔ (مرعاۃ المفاتیح ۱/ ۳۲۶)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تعلموا العلم لتباهوا به العلماء و لا لتماروا به السفهاء و لا تخيروا به المجالس فمن فعل ذلك فالنار النار"

اس مقصد سے علم حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعہ تم علماء پر فخر کرو، نہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ کم علموں سے بحث و مباحثہ کرو اور نہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ مجلسوں کا انتخاب کرو، جس نے ایسا کیا اس کے لئے جہنم ہے۔

(ابن ماجہ ۲۵۴ تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۱/ ۴۸ ح ۲۰۶)

دوسری حالت: جس شخص کا مقصد اپنی عبادات سے یکساں طور پر رضائے الٰہی اور حصول دنیا دونوں ہو، تو یہ شرک اصغر ہے جو کمال توحید کے منافی ہے اور جس عبادت میں یہ دونوں نیتیں پائی گئیں، وہ عبادت شرط اخلاص کے مفقود ہونے کی وجہ سے اکارت ہے، اس لئے اخلاص صحت عبادت کی بنیادی شرط ہے۔

تیسری حالت: بندہ مسلم عمل خالص رضائے الٰہی کے لئے انجام دے، لیکن اس پر مخصوص قسم کی مزدوری لے جو اس کے لئے عمل کی ادائیگی میں معین ومددگار ہو، جیسے کہ امام، مؤذن، مدرس وغیرہ کا تنخواہ لینا، تو اس میں کوئی قباحت نہیں، اس سے اس کے ایمان وتوحید پر کچھ فرق نہیں پڑتا، اس لئے کہ اس نے اپنے عمل سے دنیا نہیں بلکہ محض رضائے الٰہی کی نیت کی۔

(القول السدید فی مقاصد التوحید للسعدی ص۱۴۲-۱۴۳، تیسیر العزیز الحمید ۴۷۵)

پہلی قسم ریاکاری اور دوسری قسم دنیا کی خاطر عبادت انجام دینا ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ریاکار مدح وثنا کی جستجو کرتا اور دنیا کی خاطر عبادت انجام دینے والا مال ومنصب کا خواہاں ہوتا ہے۔

(۳) غیر اللہ کی قسم کھانا:

غیر اللہ کی قسم کھانا حرام، کبیرہ گناہوں میں سے ایک، شرک اصغر ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك"

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

(ابوداؤد ۳/ ۲۱۷، تحقیق الالبانی: صحیح) دیکھئے: ارواء الغلیل ۸/ ۲۸۲)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ألا ان الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم من كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت"

خبردار! اللہ تمہیں باپ دادا کی قسم کھانے سے روکتا ہے، جس کو قسم کھانا ہی ہو، وہ

اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۱/۵۳۰)

نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”من حلف بالامانة فليس منا“ جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں۔

(ابوداؤد ۳۲۵۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث نمبر ۹۴)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اپنے باپ، ماں یا بت کے نام کی قسم نہ کھاؤ، صرف اللہ کے نام کی قسم کھاؤ اور اللہ کی قسم بھی اس صورت میں کھاؤ جب تم سچے ہو۔

(نسائی ۳۷۶۹، ابوداؤد ۳۲۴۸، تحقیق الالبانی: صحیح) دیکھئے: نسائی ۷/۵)

لہذا خانہ کعبہ، امانت، کسی کے شرف و اعزاز، مدد، کسی کی برکت، کسی کی حیات، نبی یا ولی کے مقام و مرتبہ، باپ، دادا، ماں اور اولاد کے سر کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، جو شخص اس غلطی کا مرتکب ہو جائے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھا بیٹھے، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھے، جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے:

”من حلف فقال في حلفه باللات و العزى فليقل : لا اله الا الله “

جس نے لات وعزیٰ کی قسم کھائی وہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھے۔ (بخاری ۴۸۶۰)

لیکن اگر غیر اللہ کی قسم کھانے والا دل سے محلوف (جس کی قسم کھائی جارہی ہے) کی تعظیم کا اعتقاد رکھے جس طرح کی اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے، جیسا کہ آپ بعض قبر پرستوں کو دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم تو کھا لیتے ہیں لیکن ولیوں اور پیروں کے نام کی جھوٹی قسم کھانا گوارہ نہیں کرتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دل میں غیر

اللہ کی تعظیم، اجلال اور خوف اللہ سے زیادہ ہے، یہ قسم شرک اکبر کی قبیل سے ہے۔

(دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۱/ ۲۷۱، روضۃ الطالبین ۱۱/ ۶، نہایۃ المحتاج ۸/ ۱۷۵)

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں علماء کے نزدیک مندرجہ ذیل تین احوال ہیں:

پہلی حالت: اگر بغیر قصد وارادہ کے نادانستہ طور پر یا بھول چوک سے غیر اللہ کی قسم کھالے، تو یہ قسم لغو کے حکم میں ہے اسے چاہئے کہ بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کرے۔

دوسری حالت: اگر قصد وارادہ کے ساتھ دانستہ طور پر غیر اللہ کی قسم کھالے لیکن محلوف کی تعظیم مقصود نہ ہو تو یہ قسم حرام، شرک اصغر کی قبیل سے ہے۔

تیسری حالت: اگر قصد وارادہ کے ساتھ دانستہ طور پر غیر اللہ کی قسم کھالے اور دل میں محلوف کی تعظیم ہو جس طرح کی اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے، تو یہ اشرک اکبر ہے جس کا مرتکب دائرۃ اسلام سے خارج ہے، اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو اس پر ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم واجب ہے۔ (التوحید للفوزان ص ۹۰، حاشیۃ الدر النضید ص ۴۲)

(۴) جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں کہنا:

اس طرح کے کلمات جن میں اللہ اور بندے کو ہمسر دکھلایا گیا ہو، شرک اصغر ہے، مثلاً یہ کہنا: جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، اگر اللہ اور آپ نہ ہوتے، مجھے صرف اللہ اور آپ کا سہارا ہے، میرے لئے آسمان میں اللہ اور زمین پر آپ ہیں، مجھے اللہ پر اور آپ پر بھروسہ ہے وغیرہ

حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم نہ کہو جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ کہو جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔

(ابوداؤد۴۹۸۲، تحقیق الالبانی: صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف ابوداؤد۱۰/ ۴۸۰)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا، بلکہ کہو جو تن تنہا صرف ایک اللہ چاہے۔

(الادب المفرد ص۲۷۴)

قتیلہ بنت صیفی بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ لوگ شرک کرتے ہیں، آپ لوگ کہتے ہیں: جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، اور کہتے ہیں: کعبہ کی قسم، تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جب قسم کھائیں تو کہیں: رب کعبہ کی قسم اور کہیں جو اللہ چاہے پھر آپ چاہیں۔

(نسائی الکبری ۱۰۸۲۲، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف النسائی ۸/ ۳۴۵)

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں" کہنا درست نہیں ہے بلکہ اس طرح کا ہر وہ کلمہ کہنا جائز نہیں ہے جسمیں اللہ اور بندہ کے درمیان برابری ہو۔

(تیسیر العزیز الحمید ۵۳۵)

اس شرک سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کلمہ "اور" کی جگہ کلمہ "پھر" استعمال کریں، مثلاً "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں" کے بدلے کہیں: "جو اللہ چاہے پھر آپ چاہیں"، "اگر اللہ اور آپ نہ ہوتے" کے بجائے کہیں اگر "اللہ پھر آپ نہ ہوتے" اس لئے کہ کلمہ "اور" خالق ومخلوق کے درمیان مساواۃ اور برابری کا تقاضا کرتا ہے اور یہ جائز نہیں کہ مخلوق کو خالق جیسا قرار دیا جائے، بلکہ لفظ "اور" کی جگہ لفظ "پھر" استعمال کریں جس

سے ترتیب اور تراخی کا پتہ چلتا ہے مثلا کہیں ''جو اللہ چاہے پھر آپ چاہیں'' جس سے مشیئت الہی کے مخلوق کی مشیئت سے مقدم اور اوپر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

(دعوۃ التوحید محمد خلیل ہراس ص ۶۵، تیسیر العزیز الحمید ۵۳۵)

(۵) بعض واقعات کی نسبت غیر اللہ کی جانب کرنا اور ان میں غیر اللہ کی تاثیر کا اعتقاد رکھنا:

بعض واقعات کی نسبت غیر اللہ کی جانب کرنا اور ان میں غیر اللہ کی تاثیر کا اعتقاد رکھنا شرک اصغر کی قبیل سے ہے مثلا آدمی کا یہ کہنا: ''اگر فلاں شخص نہ ہوتے تو آج ایسا ہو گیا ہوتا''، ''اگر پہرے دار نہ رہا ہوتا تو گھر میں چوری ہو گئی ہوتی'' وغیرہ

اس شرک سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ حوادث کی نسبت پہلے اللہ پھر مخلوق کی جانب کی جائے، مثلا اس طرح کہا جائے ''اگر اللہ پھر فلاں نہ ہوتے تو آج ایسا ہو گیا ہوتا'' اور ساتھ ہی یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ کی قدرت و مشیئت کے بغیر اسباب کی کوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ اسباب قدرت الہی اور مشیئت الہی کے تابع ہیں۔

(دعوۃ التوحید محمد خلیل ہراس ص ۶۶)

(۶) یہ کہنا کہ ''فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی'':

بارش کی نسبت ستارے کی جانب کرنا مثلا یہ کہنا کہ ''فلاں ستارے کے طلوع ہونے یا ڈوبنے کی وجہ سے بارش ہوئی، اگر اس کا قائل یہ اعتقاد رکھے کہ بارش کے نازل ہونے میں بذاتہ ستاروں کا اثر ہے تو یہ شرک اکبر ہے جس کے مرتکب دور جاہلیت کے لوگ تھے، لیکن اگر اعتقاد رکھے کہ بارش کے نازل ہونے میں ستاروں کا کوئی اثر نہیں

بلکہ مؤثر صرف اللہ کی ذات ہے، وہی جب چاہتا ہے بارش نازل فرماتا ہی اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے لیکن چوں کہ فلاں ستارے کے ڈوبنے پر عموماً بارش ہوتی ہے اس لئے مجازاً بارش کی نسبت اس کی جانب کردے اور کہے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو یہ کہنا حرام، شرک اصغر ہے، کیوں کہ بارش اللہ کی نعمت ہے وہی اپنے فضل سے جب چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے، اس کی نسبت ستارے کی جانب کرنا حرام ہے گرچہ مجازاً کیوں نہ ہو۔

(دیکھئے: فتح المجید ۳۷۱-۳۷۵، الارشاد الی صحیح الاعتقاد ۱۱۰-۱۱۳، الدرالنضید علی أبواب التوحید للشیخ /سلیمان الحمدان ص ۲۰۴)

اس کی دلیل زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھائی جب کہ رات کو بارش ہوچکی تھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اوراس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے فرمایا ہے میرے بندوں میں سے کچھ نے مجھ پر ایمان کی حالت میں اور کچھ نے کفر کی حالت میں صبح کی ہے جنہوں نے یہ کہا کہ ہمیں اللہ کے فضل اوراس کی رحمت سے بارش ملی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لائے اور ستارے کا کفر کیا اور جنہوں نے کہا کہ ہمیں فلاں ستارے سے بارش ملی ہے تو اس نے میرا کفر کیا اور ستارے پر ایمان لایا۔ (بخاری ۸۱۰، مسلم ۲۴۰)

جابر السوائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں تین چیزوں کا ڈر ہے، ان میں سے ایک ستاروں سے بارش طلب کرنا......۔

(مسند احمد ۵/ ۸۹، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: السلسلۃ الصحیحہ ۱۱۲۷)

درحقیقت بارش کا نزول اللہ کی جانب سے اسی کے حکم سے ہے، اس میں کسی مخلوق کا کوئی حصہ نہیں ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ (68)أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ﴾ (الواقعہ:۶۸-۶۹)

اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اسے بادلوں سے تم ہی اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿......وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوراً (48)لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَّيْتاً وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَاماً وَأَنَاسِيَّ كَثِيراً﴾ (الفرقان:۴۸)

اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ شہر کو زندہ کردیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں۔

نیز اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ (10)يُنبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالأَعْنَابَ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل:۱۰-۱۱)

وہی (اللہ) تمہارے فائدے کے لئے آسمان سے بارش برساتا ہے جسے تم پیتے بھی ہواور اسی سے اگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو، اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بے شک ان لوگوں کے لئے تو اس میں بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

چنانچہ بارش کا نزول اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے اسی کی قوت و طاقت سے ہے، اس میں ستاروں کے طلوع و غروب یا موسم کے اتار و چڑھاؤ کا کوئی اثر نہیں ہے، جس نے بارش کی نسبت اللہ کے سوا ان چیزوں کی جانب کی، اس نے جھوٹ بولا اور اللہ پر بہتان باندھا۔

(۷) بدشگونی لینا:

بدشگونی کا معنی یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کو دیکھ کر اپنے کام کو چھوڑ دینا جسے لوگ اپنے خیال کے مطابق منحوس تصور کرتے ہیں اسے عربی زبان میں ''طیرۃ'' کہتے ہیں، اللہ تعالی نے اس فعل حرام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُواْ لَنَا هَـٰذِهِ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُواْ بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ﴾ [الاعراف:۱۳۱]

سو جب ان پر کوئی خوشحالی آجاتی تو کہتے یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہیے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آجاتی تو موسی علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔

دور جاہلیت میں اہل عرب جب کسی کام مثلاً سفر وغیرہ کا ارادہ کرتے تو پرندہ پکڑتے پھر اس کو چھوڑتے اگر وہ دائیں جانب اڑ جاتا تو نیک شگون لیتے اور

پر امید ہو کر اپنا کام جاری رکھتے اور اگر بائیں جانب اڑ جاتا تو برا شگون لیتے اور نا امید ہو کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیتے۔

بدشگونی حرام، توحید کے منافی، شرک اصغر ہے، اس لئے کہ اس کا مرتکب اپنے نفع و نقصان کا سبب ایسی چیز کو بناتا ہے جسمیں اللہ نے کوئی نفع ونقصان نہیں رکھا ہے، نیز اس سے توکل علی اللہ میں کمزوری واقع ہوتی اور دل میں غیر اللہ کا خوف گھر کرتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا:

"الطيرة شرك" بدشگونی شرک ہے۔

(ابوداؤد ۳۹۱۲، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف ابوداؤد ۸/ ۴۱۰)

اسی طرح مہینوں، دنوں، نمبروں اور ناموں سے بدشگونی لینا حرام اور کمال توحید کے منافی ہے، مثلاً صفر کے مہینہ میں نکاح نہ کرنا، ہر مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس سمجھنا، اعداد میں سے ۱۳ نمبر کو منحوس تصور کرنا یا بعض پرندوں کی آوازوں کو منحوس سمجھنا یا بعض ناموں یا مصیبت زدہ اشخاص سے بدشگونی لینا جیسے کہ کوئی اپنی دوکان کھولنے کے لئے گھر سے نکلا اور راستہ میں کسی کانے شخص کو دیکھ لیا تو اسے منحوس سمجھ کر واپس لوٹ آیا وغیرہ۔

جو شخص مذکورہ امور میں سے کسی امر کا مرتکب ہو جائے، تو اس کا کفارہ وہ ہے جو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من ردته الطيرة عن حاجة فقد أشرك، قالوا: يارسول الله! ما كفارة ذلك ؟ قال : أن يقول أحدهم : اللهم لا خير الا خيرك و لا طير الا طيرك و لا اله غيرك"

جسے بدشگونی نے کسی کام سے واپس لوٹا دیا، اس نے شرک کیا، صحابہ کرام نے عرض

کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ لَا خَیرَ اِلَّا خَیرُکَ وَ لَا طَیرَ اِلَّا طَیرُکَ وَ لَا اِلٰہَ غَیرُکَ

(ترجمہ) اے اللہ ہر خیر تیری ہی طرف سے ہے اور انسان کو وہی نحوست پہنچتی ہے جو تو نے لکھ رکھی ہے اور تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

(مسند احمد ۲/۲۲۰، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر ۱۰۶۵)

طبیعتاً ہر نفس میں تھوڑی یا زیادہ بدشگونی پائی جاتی ہے، اس کا سب سے بہتر علاج اللہ پر توکل اور اعتماد ہے، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"و منا الا (أی: ویقع في نفسه شيء من ذاك) و لكن الله يذهبه بالتو كل"

ہر شخص کے اندر کچھ نہ کچھ بدشگونی ضرور آتی ہے، لیکن اللہ اسے توکل کے ذریعہ ختم کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد ۳۹۱۰، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر ۴۳۰)

(۸) تعویذ گنڈا لٹکانا:

انسان کچھ چیزوں میں نفع رسانی کا اعتقاد رکھے جبکہ اللہ تعالی نے ان میں نفع رسانی کی صلاحیت نہیں رکھی ہے، جیسا کہ بعض لوگ کاہنوں اور جادوگروں کی راہ نمائی پر یا اپنے موروثی اعتقاد کی بنا پر تعویذ گنڈوں، مختلف قسم کے مہروں، کوڑیوں اور معدنی کڑوں وغیرہ میں نفع کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق نظر بد سے بچنے کے لئے اپنے یا اپنے بچوں کے گلے میں لٹکاتے ہیں یا ان کے جسم میں باندھتے ہیں یا اپنی گاڑیوں اور گھروں میں آویزاں کرتے ہیں یا مختلف قسم کے نگینوں سے مرصع انگوٹھیاں اس اعتقاد پر پہنتے ہیں کہ ان سے کچھ مخصوص قسم کی بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من علق تميمة فقد أشرك“ جس نے تعویذ گنڈ الٹکایا اس نے شرک کیا۔

(مسند احمد ۴/ ۱۵۶، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر ۴۹۲)

تعویذ گنڈا لٹکانا شرک اس لئے ہے کہ بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ ان دوسری چیزوں کو بھی شفا دینے میں اثر ہے۔

(الدر النضید فی اخلاص کلمۃ التوحید للشوکانی ص ۳۴)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”ان الرقى و التمائم و التولة شرك“

بیشک (شرکیہ) جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور محبت کے منتر شرک ہیں۔

(ابوداؤد ۳۸۸۵، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف ابوداؤد ۸/ ۳۸۳)

ان تعویذوں اور گنڈوں کا لٹکانے والا اگر اعتقاد رکھے کہ یہ چیزیں اللہ کے علاوہ بذات خود نفع پہنچاتی ہیں، تو یہ شرک اکبر ہے اور اگر اعتقاد رکھے کہ یہ چیزیں اللہ کے علاوہ بذات خود نفع نہیں پہنچاتی ہیں، بلکہ نفع ونقصان کے لئے سبب ہیں جب کہ اللہ نے ان کو سبب نہیں بنایا ہے تو یہ شرک اصغر ہے۔

رہا مسئلہ قرآنی آیات اور شرعی اذکار کو کاغذ وغیرہ پر لکھ کر بیماروں اور بچوں کو پہنانے کا ، تو صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیوں کہ تعویذ گنڈے کے حرمت کی احادیث عام ہیں، ان میں قرآن یا غیر قرآن کی تفریق نہیں ہے، نیز اس میں آیات واذکار کی اہانت کے ساتھ دلوں کی غیر اللہ سے وابستگی اور شرکیہ تعویذ گنڈے تک رسائی کا اندیشہ ہے۔

(الارشاد الی صحیح الاعتقاد ص ۱۰۰، الحوادث والبدع للطرطوشی ۱۰۱، التوحید وقرۃ عیون المؤحدین ص ۱۲۰)

(۹) شرکیہ جھاڑ پھونک:

جھاڑ پھونک کی دو قسمیں ہیں: (۱) شرعی جھاڑ پھونک (۲) شرکیہ جھاڑ پھونک

پہلی قسم: شرعی جھاڑ پھونک: قرآنی آیات اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت اذکار پڑھ کر خود اپنے اوپر دم کرنا یا کسی دوسرے سے دم کرانا تا کہ اس کے ذریعہ اللہ اسے آفات و بلایا اور امراض سے یا دیگر مخلوقات مثلاً جن وشیاطین، سانپ بچھو وغیرہ کے شر سے محفوظ رکھے یا وقوع پذیر ہونے کے بعد اسے زائل کر دے، شرعی جھاڑ پھونک کہلاتا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء امت کا اتفاق ہے کہ وہ جھاڑ پھونک جس میں مندرجہ ذیل تین شرطیں پائی جائیں، جائز ہے:

(۱) وہ جھاڑ پھونک جو کلام اللہ، اسماء اللہ یا اس کی صفات پر مبنی ہو۔

(۲) وہ جھاڑ پھونک جو عربی زبان میں ہو، اس کا معنی صاف اور واضح اور مطابق شریعت اسلامی ہو۔

(۳) جھاڑ پھونک کرنے اور کروانے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جھاڑ پھونک فی نفسہ کوئی اثر نہیں رکھتا ہے بلکہ سارا معاملہ اللہ کی ذات سے وابستہ ہے اگر اللہ نے چاہا تو اثر ہوگا، اور مریض کو شفا ہوگی۔ (فتح المجید ص ۱۲۰، فتح الباری ۱۰/ ۱۹۵)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار پڑتے، تو معوذات (قل ہو اللہ أحد، قل أعوذ برب الفلق، قل أعوذ برب الناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے (اس طرح کہ پھونک کے ساتھ کچھ تھوک بھی نکلتا) پھر جب (مرض الموت

میں) آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ ﷺ کے ہاتھوں سے برکت کی امید میں آپ کے جسد مبارک پر پھیرتی تھی۔

(بخاری ۵۰۱۶، مسلم ۲۱۹۲)

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں بچھو کا جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے جھاڑ پھونک سے منع کر دیا، وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے جھاڑ پھونک سے منع کر دیا ہے اور میں بچھو کا جھاڑ پھونک کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے اسے فائدہ پہنچائے۔

(مسلم ۵۷۲۷)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ کی ایک جماعت سفر پر روانہ ہوئی اور عرب کے ایک قبیلہ کے یہاں اتری، صحابہ کرام نے ان سے مہمان نوازی کا سوال کیا، مگر انھوں نے مہمان داری کرنے سے انکار کر دیا، (اسی اثنا میں) اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈنس لیا، لوگوں نے بڑے جتن کئے، مگر کچھ بھی فائدہ نہ ہوا، بعض نے مشورہ دیا، اگر تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو یہاں وارد ہوئے ہیں، تو شاید ان کے پاس کچھ نہ کچھ ہو، چنانچہ وہ لوگ آئے اور بولے اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا ہے، ہم نے بڑی تدبیریں کیں، مگر کارگر ثابت نہ ہوئیں، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی تدبیر ہے، کسی نے کہا، ہاں میں دم کرتا ہوں، لیکن ہم نے تمہارا مہمان بننا چاہا، مگر تم نے انکار کر دیا، بنا بریں ہم اس وقت تک دم نہیں

کریں گے، جب تک کہ اس کا معاوضہ نہیں دو گے، چنانچہ انھوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دینے کا معاہدہ کرلیا، ایک صحابی گئے اور جا کر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور وہ فورا اچھا ہو گیا گویا کہ اسے رسی سے کھول دیا گیا ہو، وہ اس طرح چلنے لگا گویا اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی، اس نے کہا، انہیں معاوضہ دو جوان سے طے ہوا ہے، صحابہ میں سے بعض نے کہا: یہ بکریاں تقسیم کرلو، جنھوں نے دم کیا تھا، وہ بولے، ایسا نہ کرو جب تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ نہ جائیں اور آپ سے وہ واقعہ بیان کریں جو گذرا، پھر دیکھیں کہ آپ کا کیا ارشاد ہے؟ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ماجرا کہہ سنایا آپ نے فرمایا: تمہیں کیسے پتہ چلا کہ سورہ فاتحہ ایک دم بھی ہے، پھر فرمایا: تم نے اچھا کیا، تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرے لئے بھی حصہ لگاؤ یہ کہ کر آپ ﷺ مسکرائے۔ (بخاری ۲۱۵۶ مسلم ۵۸۶۳)

دوسری قسم: شرکیہ جھاڑ پھونک:

شرکیہ جھاڑ پھونک وہ ہیں جن میں غیر اللہ سے مدد مانگی جائے، یا ان میں جن و شیاطین کے نام لئے جائیں، یا ان میں غیر مفہوم کلمات استعمال کئے جائیں، یا جھاڑ پھونک کرنے والا کافر یہودی یا نصرانی وغیرہ ہو، یا جھاڑ پھونک کرنے یا کروانے والا یہ اعتقاد رکھے کہ یہ جھاڑ پھونک حکم الٰہی کے بغیر بذات خود مؤثر یا نفع بخش ہے، چنانچہ اگر جھاڑ پھونک میں یہ اعتقاد رکھا گیا کہ یہ حکم الٰہی کے بغیر بذات خود موثر ہے، تو یہ شرک اکبر ہے اور اگر یہ اعتقاد رکھا گیا کہ جھاڑ پھونک حکم الٰہی کے بغیر بذات خود موثر نہیں بلکہ یہ ایک سبب ہے تاثیر اللہ کے حکم سے ہے تو یہ شرک اصغر ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک (شرکیہ) جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور محبت کے منتر شرک ہیں، یہ سن کر ان کی اہلیہ نے کہا: آپ یہ کیوں کر کہتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میری آنکھ درد کی وجہ سے گویا نکلی جاتی تھی، تو میں فلاں یہودی کے پاس جاتی اور وہ مجھے دم کرتا تھا، جب وہ دم کرتا تو میرا درد رک جاتا تھا، عبداللہ بن مسعود نے کہا: یہ شیطان کی کارستانی ہوتی تھی، وہ تیری آنکھ میں اپنی انگلی مارتا تھا، جب وہ یہودی دم کرتا تو شیطان باز آجاتا تھا، حالانکہ تجھے یہی کچھ کہنا کافی تھا جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے

أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً الَّا يُغَادِرُ سَقْماً

اے لوگوں کے رب! دکھ دور کر دے، شفا عنایت فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کہیں کوئی شفا نہیں، ایسی شفا عنایت فرما جو کوئی دکھ باقی نہ رہنے دے۔

(ابوداؤد ۳۸۸۵، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف ابوداؤد ۸/۳۸۳)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دور جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے جھاڑ پھونک مجھے بتاؤ، جھاڑ پھونک کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ شرک نہ ہو۔ (مسلم ۵۸۶۲، ابوداؤد ۳۸۸۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر وہ جھاڑ پھونک جو شرک تک رسائی کا ذریعہ ہو یا غیر مفہوم الفاظ میں ہو جائز

نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۹۵)

ابن الحاج المالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہر وہ جھاڑ پھونک ناجائز ہے جو غیر عربی زبان میں ہو یا اس کا معنی ومفہوم واضح نہ ہو کیوں کہ اس میں شرک کا خدشہ ہے۔ (المدخل ۴/۱۲۱)

(۱۰) جادو اور کہانت:

معاشرہ میں پھیلی ہوئی شرک کی ایک قسم جادو اور کہانت ہے۔

بہر حال جادو تو یہ کفریہ عمل، سات بڑے مہلک گناہوں میں سے ایک ہے، جو سراسر نقصان دہ نفع سے خالی ہے، اللہ تعالی نے اس کے سیکھنے کی بابت فرمایا:

﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ﴾ (البقرة:۱۰۲)

یہ لوگ ایسی باتیں سیکھتے ہیں جس میں فائدہ کچھ نہیں نقصان ہی نقصان ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى﴾ (طٰہٰ:۶۹)

جادوگر جہاں سے جائے یا جہاں سے آئے بامراد نہیں ہوتا۔

جادوگر کافر ہے، دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَـٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ (البقرة:۱۰۲)

حالانکہ سلیمان کافر نہ تھے البتہ یہ شیطان کافر تھے جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے اور وہ باتیں جو شہر بابل میں دو فرشتے ہاروت ماروت پر اتاری گئی تھیں یہ دونوں کسی

کونہیں سکھلاتے جب تک کہ یہ کہہ نہ لیتے کہ ہم اللہ کی آزمائش ہیں، پس تم (جادو سیکھ کر) کفر نہ کرو۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اجتنبوا السبع الموبقات قالوا :یا رسول الله !و ما هن؟ الشرك بالله و السحر....."

سات ہلاک کردینے والی چیزوں سے بچو، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو......۔

(بخاری ۲۶۱۵، مسلم ۲۷۲)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدشگونی لے یا اس کے لئے لی جائے، کہانت کرے یا اس کے لئے کی جائے، جادو کرے یا اس کے لئے کیا جائے''۔

(صحیح الترغیب والترہیب ۳/ ۹۷)

جادوگر کی سزا قتل ہے اور اس کی کمائی ناپاک حرام ہے، بعض نادان، ظالم اور کمزور ایمان جادوگروں کے پاس جادو، ٹونا، سفلی وغیرہ اعمال کے لئے جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ دوسروں پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں یا ان سے انتقام لیتے ہیں۔

اور بعض لوگ جادوگروں کے پاس جادو کا اثر ختم کروانے کے لئے جاتے ہیں، یہ بھی ایک حرام عمل ہے جس کے وہ مرتکب ہوتے ہیں جب کہ ہر مسلمان پر اللہ ہی کی جانب رجوع کرنا اور اس کے کلام سے شفا طلب کرنا واجب ہے مثلا (قل أعوذ برب الفلق) (قل أعوذ برب الناس) وغیرہ

رہا مسئلہ کاہن وعراف کا تو اگر یہ دونوں غیب دانی کا دعوی کرتے ہیں تو یہ اللہ رب العزت کے ساتھ کفر ہے کیوں کہ غیب اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے، بیشتر کاہن ونجومی سادہ لوح لوگوں کے بھولے پن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف طریقوں سے ان کے مال لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں مثلا ریت میں لکیریں کھینچنا یا کوڑی بجانا یا ہتھیلیوں کے نشان دیکھ کر تقدیر کے بارے میں بتلانا یا پانی سے لبریز جام یا شیشے کی کسی گول چیز میں جادو منتر پڑھنا وغیرہ، اگر کبھی ان کی کوئی ایک بات درست نکل گئی تو (۹۹) ننانوے مرتبہ جھوٹ بولتے ہیں، لیکن غافل عوام اسی ایک بار کے سچ کو ذہن نشین کئے ہوتی ہے اور ان بہتان تراشوں کے ننانوے مرتبہ کے جھوٹ نظر انداز کردیتے ہیں، ان کے پاس مستقبل کے احوال، کاروبار اور شادی بیاہ میں خوش بختی اور بدبختی سے متعلق جانکاری حاصل کرنے اور گمشدہ چیزوں کا پتہ لگانے اور اس طرح کے دیگر مقاصد لے کر جاتے ہیں، حالانکہ جو شخص ان کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جاتا ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے، وہ کافر دین اسلام سے خارج ہے، اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

”من اتی کاهنا اوعرافا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد“

جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے شریعت محمدیہ کا کفر کیا۔(مسند احمد ۲/ ۴۲۹ صحیح الجامع ۵۹۳۹)

لیکن جو شخص کاہنوں اور نجومیوں کے دعوئے غیب کی تصدیق تو نہ کرے، لیکن محض آزمائش اور جانچنے کے لئے ان کے پاس جائے تو وہ کافر نہیں، لیکن اس کی چالیس

دن کی نماز قبول نہیں ہوتی، دلیل نبی اکرم ﷺ کا مندجہ ذیل فرمان ہے:

[من أتى عرافا فسأله عن شيء لم تقبل له صلاة أربعين ليلة] (مسلم ۴/۱۷۵۱)

جو شخص کاہن اور نجومی کے پاس جا کر کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔

(۱۱) عبدالنبی یا عبدالحسین وغیرہ نام رکھنا:

بعض لوگ اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، عبدالحسین، علی بخش، پیر بخش وغیرہ رکھتے ہیں جس سے یہ اظہار ہوتا ہے کہ یہ بچہ فلاں پیر یا فلاں بزرگ کے نظر کرم کا نتیجہ ہے۔

اس طرح کے نام رکھنا حرام، شرک اصغر ہے کیوں کہ اس میں غیر اللہ کے لئے اظہار بندگی اور نعمت اولاد کی غیر کی جانب نسبت ہے جب کہ ساری مخلوق اللہ کا بندہ اور اس کی غلام ہے، اور ہر نعمت اسی کی جانب سے ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''عبدعلی، عبدالحسین، عبدالکعبہ نام رکھنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک وفد آیا جسمیں ایک شخص کا نام عبدالحجر تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بدل کر عبداللہ رکھا''۔ (تحفۃ المودود ۹)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ عبدعمرو، عبدالکعبہ وغیرہ نام رکھنا حرام ہے، کیوں کہ ان میں غیر اللہ کے لئے اظہار بندگی ہے''۔ (مراتب الاجماع ۱۵۴)

چوتھی فصل:

وسیلہ اور شفاعت

یہ ایک ایسا سائن بورڈ ہے جس کے نام پر ہر طرح کے شرک کو روا رکھا جاتا ہے، مشرکین مکہ نے وسیلہ اور شفاعت کے نام پر شرک کے بازار سجار کھے تھے اور اس دور کے کلمہ گو مشرکین بھی اسی لفظ سے مغالطہ کے شکار ہیں، وہ التجائیں لے کر پیروں اور ولیوں کی دہلیزوں پر مارے مارے پھرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم تو انھیں صرف بطور "وسیلہ" پکارتے ہیں، ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہوتا کہ وہ خدائی صفات سے متصف ہیں، ذیل میں ہم اجمال واختصار کے ساتھ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

(ا) وسیلہ:

مشرکین عرب بتکدوں اور خانقاہوں میں اپنے بزرگوں اور اولیاء کرام کے بتوں کے سامنے جو مراسم عبودیت بجالاتے تھے، ان میں درج ذیل رسوم شامل تھیں، بتکدوں میں مجاور بن کر کے بیٹھنا، بتوں سے پناہ طلب کرنا، انھیں زور زور سے پکارنا، حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے ان سے فریادیں اور التجائیں کرنا، ان سے اپنی مرادیں طلب کرنا، ان کا حج اور طواف کرنا، ان کے سامنے عجز و نیاز سے پیش آنا، انھیں سجدہ کرنا، ان کے نام سے نذرانے اور قربانیاں دینا، بتکدوں پر لے جا کر جانوروں کو ذبح کرنا، آستانوں پر عرس اور میلے لگانا، یہ وہ مراسم عبودیت تھیں جو وہ اپنے بتوں کے لئے انجام دیتے تھے، جب ان سے پوچھا جاتا کہ ان آستانوں پر یہ سارے کام کیوں

کرتے ہو، کیا یہ تمہاری التجائیں سنیں گے اور تمہاری مرادیں پوری کردیں گے، تو وہ جواب میں کہتے تھے جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (الزمر:۳)

اور جن لوگوں نے اس (اللہ) کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔

یعنی ان کے ذریعہ سے ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہوجائے یا اللہ کے یہاں یہ ہماری سفارش کردیں، جیسا کہ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلاء شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللّهِ﴾ (یونس:۱۸)

اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انھیں ضرر پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

یعنی ان کی سفارش سے اللہ ہماری ضرورتیں پوری کردیتا ہے، ہماری بگڑی بنا دیتا ہے، یعنی مشرکین بھی اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے تھے ان کو نفع وضرر میں مستقل نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ سمجھتے تھے۔

ٹھیک یہی عقیدہ اس زمانہ کے قبر پرست حضرات کا ہے، وہ قبروں کے ساتھ وہی کچھ مراسم عبودیت بجالاتے ہیں جو مشرکین مکہ اپنے بتوں کے ساتھ بجالاتے تھے

اور جب ان سے بھی پوچھا جاتا ہے کہ قبروں کے ساتھ یہ سب کچھ کیوں کرتے ہوتو وہ جواب میں وہی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے درمیان اور اللہ کے درمیان وسیلہ، واسطہ اور ہمارے سفارشی ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام میں وسیلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

واضح رہے کہ وسیلہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جائز وسیلہ (۲) ناجائز وممنوع وسیلہ

(۱) جائز وسیلہ وہ ہے جسے اسلام نے جائز قرار دیا ہے اور اس کی کئی ایک صورتیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) اللہ تعالی کی صفات اور اس کے اسماء حسنی کا وسیلہ پکڑنا:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا﴾

اور اللہ تعالی ہی کے لئے اچھے نام ہیں انھیں ناموں سے اللہ کو پکارو۔ (الاعراف:۱۸۰)

چنانچہ کہا جائے اے اللہ تو رحمٰن ہے میرے اوپر رحم فرما، اے اللہ تو رزاق ہے مجھے روزی عطا فرما، اے اللہ تو غفار ہے میرے گناہوں کو بخش دے۔

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یاذوالجلال والاکرام کے ساتھ تم چمٹ جاؤ۔

(ترمذی ۳۵۲۵، تحقیق الالبانی: (حسن) دیکھئے: صحیح الترمذی ۱۷۲/۳)

(ب) ایمان اور اعمال صالحہ کا وسیلہ پکڑنا:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿رَّبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الأَبْرَارِ﴾ (آل عمران:۱۹۳)

اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، چنانچہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم سے ہماری برائیاں دور فرما دے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر۔

اصحاب غار کا قصہ وسیلہ کی بہترین مثال:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم سے پہلے لوگوں میں سے تین شخص سفر کر رہے تھے کہ رات بسر کرنے کے لئے انھوں نے ایک غار میں پناہ لی، اوپر سے ایک چٹان آ گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا، (آپس میں مشورے کرتے ہوئے) کہنے لگے اس چٹان سے تمھیں اس کے سوا کوئی اور بات نجات نہیں دے سکتی کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کرو۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے، ان سے پہلے میں اپنے اہل وعیال کو دودھ نہیں پلاتا تھا، ایک دن میں چارے کی تلاش میں بہت ہی دور نکل گیا حتی کہ جب واپس آیا تو والدین سو چکے تھے، جب میں دودھ دوہ کر لایا تو وہ دونوں سوئے ہوئے تھے، میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ اپنے والدین سے پہلے اہل وعیال کو دودھ پلاؤں، میں دودھ کا برتن ہاتھ میں پکڑ کر کھڑا رہا اور ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا حتی کہ صبح ہوگئی وہ بیدار ہوئے تو

انھوں نے دودھ پیا، اے اللہ اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کی خاطر کیا تھا، تو ہمیں اس مشکل سے نجات دے دے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں، چٹان تھوڑی سی کھسک گئی، مگر وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

دوسرے شخص نے کہا: اے اللہ میری ایک چچا زاد بہن تھی جس سے مجھے بہت محبت تھی، میں نے اس سے اس کے نفس کا مطالبہ کیا مگر وہ نہ مانی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ وہ قحط میں مبتلا ہوگئی اور وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس شرط پر اسے ایک سو بیس دینار دے دیا کہ وہ میرے مطالبہ کو پورا کر دے گی، وہ مان گئی حتی کہ جب مجھے اس پر مکمل دسترس حاصل ہوگئی تو وہ کہنے لگی کہ میں اس کام کو تیرے لئے حلال نہیں سمجھتی، صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر، جب اس نے کہا: اللہ سے ڈر، میں اسی وقت اس بدکاری سے باز آ گیا اور اس کے ساتھ دست درازی سے رک گیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کی خاطر کیا، تو ہمیں اس مشکل سے نجات دے دے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں، چٹان تھوڑی سی اور کھسک گئی مگر ابھی بھی وہ غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ میں نے کام پر کچھ مزدور لگائے تھے، میں نے انھیں ان کی مزدوری دے دی مگر ایک شخص اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا، میں نے اس کی اجرت کو اپنے کاروبار میں لگا دیا حتی کہ اس سے بہت سا مال ہوگیا، ایک عرصہ کے بعد وہ آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے بندے میری اجرت تو دے دے، میں نے کہا: یہ اونٹ ،گائے، بکریاں اور غلام جو تم دیکھتے ہو، یہ سب تمہاری اجرت ہے، اس نے کہا: اے اللہ

کے بندے میرے ساتھ مذاق نہ کر، میں نے کہا: نہیں، میں مذاق نہیں کرتا، اس نے سارے مال کو لے لیا اور ہانک کر لے گیا اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا، اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کی خاطر کیا تھا، تو ہمیں اس مشکل سے نجات دے دے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں، چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اور وہ تینوں اس سے باہر نکل کر اپنی راہ چل دئے۔ (بخاری ۲۲۰۸، مسلم ۱۲۵۷)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ دعا کرتے ہوئے اپنے نیک اعمال جو صرف اللہ کی رضا کے لئے کئے ہوں بطور وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا بہترین وسیلہ ہے۔

(ج) نیک بندوں کی دعا کا وسیلہ:

نیک انسان جب کہ وہ زندہ موجود ہو، اس کی دعا کا وسیلہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ صحابہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ سے بارش وغیرہ کی دعا کرایا کرتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قحط پڑا، آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کہا: یا رسول اللہ! جانور مر گئے اور اہل وعیال دانوں کو ترس گئے، آپ ہمارے لئے اللہ تعالی سے دعا فرمائیں (کہ اللہ بارش نازل فرمادے) آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے، اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آ رہا تھا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابھی آپ ﷺ نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی طرف سے گھٹا امڈ آئی اور آپ ﷺ ابھی ممبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کی ریش

مبارک سے ٹپک رہا تھا، اس دن اس کے بعد اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔

دوسرے جمعہ کو یہی دیہاتی یا کوئی دوسرے شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! عمارتیں منہدم ہوگئیں اور جانور ڈوب گئے، آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے، آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی، اے اللہ! اب دوسری طرف بارش فرما اور ہم سے روک دے، آپ ﷺ ہاتھ سے بادل کے لئے جس طرف بھی اشارہ کرتے ادھر مطلع صاف ہو جاتا، سارا مدینہ تالاب کی طرف بن گیا تھا اور قناۃ کا نالا مہینہ بھر بہتا رہا اور ارد گرد سے آنے والے بھی اپنے یہاں بھر پور بارش کی خبر دیتے رہے۔ (بخاری ۸۹۱، مسلم ۲۱۱۶)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں میں انھیں اسلام کی طرف بلاتا تھا، ایک دن میں نے ان کو اسلام کی طرف بلایا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں ایسی بات سنائی جو مجھے ناگوار گزری، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس روتا ہوا آیا اور عرض کیا: میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا تھا وہ نہ مانتی تھیں، آج جب میں نے ان کو اسلام کی طرف بلایا تو انھوں نے آپ کے حق میں ایسی بات کہہ دی جو مجھے ناگوار گزری، تو آپ اللہ تعالی سے دعا کر دیجئے کہ اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دے، میں رسول اللہ ﷺ کی دعا سے خوش ہوکر نکلا جب گھر پر آیا اور دروازہ پر پہنچا تو دروازہ بند تھا، میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سنی اور بولی کہ ذرا ٹھہر ارہ، میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی، غرض میری ماں نے غسل کیا اور کرتہ پہن کر

جلدی سے اوڑھنی اوڑھی، پھر دروازہ کھولی اور بولی کہ اے ابو ہریرہ!

''أشهد أن لا اله الا الله و أشهد أن محمدا عبده و رسوله'' میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔............آخر تک (مسلم ۱۵۵۱)

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی نیک و صالح شخص کی دعا کا وسیلہ درست ہے، لیکن یہ دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

پہلی شرط: جس کی دعا کا وسیلہ لیا جارہا ہے وہ ذات زندہ، حاضر، نیک اور متبع سنت ہو۔

دوسری شرط: جس کی دعا کا وسیلہ لیا جارہا ہے اس کے بارے میں یہ تصور جازم رہے کہ یہ محض وسیلہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے پاس کوئی غیر فطری قوت نہیں ہے، لیکن اگر اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا گیا کہ وہ اللہ تعالی سے سفارش کر کے میرا کام کروا دے گا تو یہ سراسر ضلالت و گمراہی ہوگی۔

(۲) ناجائز وممنوع وسیلہ:

فوت شدہ انسانوں کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا جائز نہیں ہے، اس کی عمدہ دلیل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد کا واقعہ ہے کہ جب ان کے زمانہ میں قحط پڑا، تو انھوں نے بارش کے لئے عباس بن عبدالمطلب کا وسیلہ لیا، انھوں نے کہا:

اے اللہ! جب ہمیں قحط سے واسطہ پڑتا تھا، تو ہم تیرے نبی کا وسیلہ لیتے اور ان سے دعا کرواتے اور بارش ہوتی، اب ہمارے نبی محمد ﷺ کے چچا عباس کا وسیلہ لیتے اور ان سے دعا کرواتے ہیں، اے اللہ تو بارش نازل فرما، چنانچہ بارش ہوتی۔ (بخاری ۱۰۱۰)

قائین کرام! اس واقعہ سے صحابہ کرام کا طرز عمل واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ نہیں لیا نہ آپ سے استغاثہ کیا نہ آپ کو مدد کے لئے پکارا نہ آپ کے طفیل یا صدقہ میں اللہ سے بارش کی دعا مانگی، بلکہ عباس کی دعا کا وسیلہ لیا جو زندہ موجود تھے، اگر مردوں کا وسیلہ جائز ہوتا تو عمر رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر کہتے، یا رسول اللہ! ہم آپ کا وسیلہ لیتے ہیں اللہ سے دعا کر دیں کہ اللہ بارش نازل فرمادے، مگر عمر نے ایسا نہ کیا، معلوم ہوا فوت شدہ انسان کا وسیلہ لینا غیر اسلامی فعل ہے، اس واقعہ میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے گویا کہ اس مسئلہ میں صحابہ کا اجماع سکوتی تھا کسی صحابی نے عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض نہ کیا کہ امیر المؤمنین آپ روضہ رسول کو چھوڑ کر عباس کا وسیلہ کیوں طلب کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لئے دعا کرانے کی مذکورہ حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں:

''اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فوت شدگان اور غائب لوگوں کو کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں سمجھتے تھے، ورنہ عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بہتر نہ تھے (اگر مردہ ہستیوں سے دعا کرانا جائز ہوتا) تو انھوں نے کیوں نہ کہا کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے نبی کا وسیلہ لیتے تھے اب ہم تیرے نبی کی روح کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔'' (البلاغ المبین ۱۶ طبع لاہور)

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس سے دعا کا طالب ہونا اس کے جائز ہونے

میں کوئی شک نہیں ہے، بشرطیکہ جس سے دعا کی درخواست کی جارہی ہے وہ زندہ ہو، لیکن اگر وہ مردہ یا غائب ہو تو ایسی فریاد کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو شک نہیں اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کیا۔''

(روح المعانی للآلوسی ۶/ ۱۲۵، طبعہ داراحیاء التراث بیروت)

ذرا مندرجہ ذیل آیات پر غور کریں، دیکھیں اللہ تعالی کیا فرما رہا ہے:

(۱) ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (غافر:۶۰)

تمہارا رب کہتا ہے، مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

(۲)﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرۃ:۱۸۶)

اے نبی! میرے بندے اگر آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں بتادیں کہ میں ان سے قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو قبول کرتا ہوں۔

(۳) ﴿إِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ (ہود:۶۱)

بیشک میرا رب قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

اس مفہوم کی آیات قرآن کریم میں بہت زیادہ ہیں۔

مذکورہ بالا آیتوں سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اولا: اللہ تعالی بلا استثناء اپنے تمام بندوں نیکوکار ہوں یا گناہ گار، پرہیزگار ہوں یا خطارکار، عالم ہوں یا جاہل، امیر ہوں یا غریب، مرد ہو یا عورت سب کو یہ حکم دے رہا ہے کہ تم مجھے براہ راست پکارو، مجھ ہی سے اپنی حاجتیں اور مرادیں طلب کرو، مجھ ہی

سے دعائیں اور فریاد کرو۔

ثانیا: اللہ تعالی اپنے تمام بندوں کے بالکل قریب ہے (اپنے علم اور قدرت کے ساتھ) لہذا ہر شخص بغیر کسی وسیلہ اور واسطہ کے اللہ کے حضور اپنی درخواستیں اور حاجتیں پیش کرسکتا ہے، اسے اپنا غم اور دکھڑا سنا سکتا ہے، کسی بھی وقت، کسی بھی زبان میں کسی بھی جگہ سے اسے بلا واسطہ پکار سکتا ہے۔

ثالثا: رسول اللہ ﷺ سے احادیث میں جتنی بھی دعائیں مروی ہیں ان میں سے کوئی ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی ایسی نہیں ملتی ہے جس میں آپ ﷺ نے اللہ سے کوئی حاجت طلب کرتے ہوئے یا دعا مانگتے ہوئے انبیاء کرام ابراہیم، اسماعیل، موسی، عیسی علیہم السلام کو وسیلہ یا واسطہ بنایا ہو، اسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی کوئی ایسی روایت یا واقعہ ثابت نہیں جس میں صحابہ کرام نے دعا مانگتے ہوئے سید الانبیاء سرور عالم ﷺ کو وسیلہ یا واسطہ بنایا ہو، اگر وسیلہ اور واسطہ پکڑنا جائز ہوتا تو صحابہ کرام کے لئے رسول اللہ سے بڑھ کر افضل اور اعلی وسیلہ کوئی بھی نہیں ہوسکتا تھا، جس کام کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار نہیں فرمایا آج اسے اختیار کرنے کا جواز کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے۔

بادشاہ اور وزیر کی مثال:

بعض اہل بدعت سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے اور حقائق پر تاویلات کا نقاب ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح بادشاہ تک پہنچنے کے لئے وزیر کا سہارا لینا پڑتا ہے اسی طرح اللہ تک پہنچنے کے لئے اولیاء کے سہارے کی ضرورت ہے، جس

طرح چھت پر بلا زینہ کے نہیں چڑھا جا سکتا ہے اسی طرح اللہ تک رسائی اولیاء کے وسیلہ اور واسطہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے معاملہ میں تمام دنیاوی مثالیں محض شیطانی فریب ہیں، بادشاہ عالم الغیب نہیں اس لئے وہ اپنے وزیر کے محتاج ہوتے ہیں، اللہ کے پاس تو ہر چیز کا علم ہے، اس وسیع قدرتوں اور لامحدود صفات کے مالک اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات بابرکات کے معاملات کو انتہائی محدود قلیل اور عارضی اختیارات کے مالک انسانوں کے معاملات پر محمول کرنا اور اللہ تعالی کی ذات کے لئے افسران بالا کی مثالیں دینا اللہ کی جناب میں بہت بڑی توہین اور گستاخی ہے جس سے خود اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ان الفاظ میں منع فرمایا ہے:

﴿فَلاَ تَضْرِبُواْ لِلّهِ الأَمْثَالَ إِنَّ اللّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾ (النحل:۷۴)

لوگو! اللہ تعالی کے لئے مثالیں نہ دو، بے شک اللہ تعالی ہر چیز جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وسیلہ کی جائز قسموں کے علاوہ ہر طرح کا وسیلہ حرام ہے، چنانچہ غائب افراد اور مردہ ہستیوں کا وسیلہ لینا اور اپنی دعاؤں میں اس طرح کے کلمات کہنا: ''اے اللہ اپنے نبی کے صدقہ میں مجھے اولاد عطا کردے''، ''تجھے نبی ﷺ کی جاہ وعظمت کا واسطہ ہے کہ مجھے مشکلات سے نجات دے دے''، ''شیخ عبدالقادر جیلانی کے طفیل میں میرے گناہ بخش دے''، ''خواجہ معین الدین چشتی کے حق کے وسیلہ سے سوال ہے کہ میرے مریض کو شفا دے دے'' اور اس طرح کے دیگر جملے، شرعا باطل وحرام ہیں۔

(۲) شفاعت:

کسی دوسرے کو نفع پہنچانے یا اس سے نقصان کو دفع کرنے کے لئے سفارش کرنا (شفاعت کہلاتا ہے)۔ (دیکھئے: شرح لمعۃ الاعتقاد/محمد بن صالح العثیمین ص ۸۰)

جو شخص غیر اللہ سے تعلق قائم کرتا ہے اور اس کی شفاعت کا طالب ہوتا ہے، اسے یہ سمجھایا جائے کہ شفاعت صرف تنہا اللہ کی ملکیت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعاً لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (الزمر:۴۴)

کہہ دیجئے کہ تمام شفاعتوں کا مختار (مالک) اللہ تعالی ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

بہت سے لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انبیاء، صالحین اور اولیاء کا اللہ کے یہاں بڑا اونچا مقام ہے، لہذا یہ اللہ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے، جیسا کہ شاہان و سلاطین تک پہنچنے کے لئے وزراء کی قربت حاصل کی جاتی ہے تا کہ انھیں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ذریعہ اور واسطہ بنایا جا سکے، تو یہ بات انتہائی باطل اور لغو ہے، کیوں کہ ایسے اعتقاد کے حامل نے اللہ عظیم و برتر شہنشاہ کو دنیا کی فقیر بادشاہوں کے مشابہ قرار دیا جو اپنی بادشاہت کی تکمیل اور اپنی طاقت وقوت کی تنفیذ کے لئے وزراء اور اہل وجاہت کے محتاج ہوتے ہیں، لیکن اللہ عزوجل اپنی کمزور مخلوق کی طرح نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالی سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہ اپنے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔

دنیا کے بادشاہ مندرجہ ذیل تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے کسی کی سفارش

قبول کرتے ہیں:

(الف) کبھی تو انھیں خود اس سفارشی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ب) کبھی انھیں اس کا خوف ہوتا ہے۔

(ج) اور کبھی انھیں اپنے ساتھ کیئے ہوئے اس کے احسان کا اسے بدلہ دینا ہوتا ہے۔

چنانچہ بندوں کی ایک دوسرے کے لئے سفارشیں اسی قبیل سے ہیں، جو بھی کسی کی سفارش قبول کرتا ہے وہ یا تو کسی چاہت کی وجہ سے قبول کرتا ہے یا کسی چیز کے ڈر سے، اور اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ نہ کسی سے کسی چیز کی امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی کسی چیز کا محتاج اور ضرورت مند ہے۔

شفاعت کی اقسام:

شفاعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) مثبت شفاعت (۲) منفی شفاعت

پہلی قسم: مثبت شفاعت:

مثبت شفاعت وہ ہے جو اللہ عزوجل سے طلب کی جاتی ہے، اور اس کی دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط: سفارشی کو اللہ کی جانب سے سفارش کرنے کی اجازت ہو، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿مَن ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (البقرۃ:۲۵۵)

کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔

دوسری شرط: سفارشی سے اور جس کے لئے سفارش کی جا رہی ہے، ان دونوں سے اللہ راضی ہو۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا یَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَی﴾ (الانبیاء:۲۸)

اور وہ سفارش نہیں کر سکتے سوائے اس کے لئے جس سے اللہ راضی ہو جائے۔

نیز ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (طہ:۱۰۹)

اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن اجازت دے دے اور اس کی بات سے راضی ہو جائے۔

دوسری قسم: منفی شفاعت:

منفی شفاعت وہ ہے جو غیر اللہ سے ایسی چیزوں میں طلب کی جاتی ہے جس کی قدرت صرف اللہ تعالی ہی کو ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ (المدثر:۴۸)

سفارشیوں کی سفارش انھیں فائدہ نہ پہنچائے گی۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (البقرۃ:۲۵۴)

اے ایمان والو! جو ہم نے تمھیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی اور شفاعت اور کافر ہی ظالم ہیں۔

جاہلوں کا عقیدہ ہے کہ پیروں، ولیوں اور بزرگوں کو اللہ پر اتنا اثر ہے کہ وہ اپنی شخصیت کے دباؤ سے اپنے پیروکاروں کے بارے میں جو بات چاہیں اللہ سے منوا سکتے ہیں، وہ اللہ کے پاس اڑ کر بیٹھ جائیں گے اور بخشوا کر اٹھیں گے، مذکورہ بالا

آیت کریمہ میں اس بات کی نفی ہے کہ اللہ کے یہاں ایسی کسی شفاعت کا کوئی وجود نہیں، پھر اس کے بعد آیت الکرسی اور دوسری متعدد آیات واحادیث میں بتلایا گیا کہ اللہ کے یہاں ایک دوسری قسم کی شفاعت ضرور ہوگی مگر یہ شفاعت وہی لوگ کرسکیں گے جنھیں اللہ اجازت دے اور صرف اسی بندے کے بارے میں کرسکیں گے جس کے لئے اللہ اجازت دے اور اللہ صرف اور صرف اہل توحید کے بارے میں اجازت دے گا، یہ شفاعت فرشتے بھی کریں گے، انبیاء ورسل بھی اورشہداء و صالحین بھی، مگر اللہ پر ان میں سے کسی بھی شخصیت کا کوئی دباؤ نہ ہوگا بلکہ اس کے برعکس یہ لوگ خود اللہ کے خوف سے اس قدر لرزاں وترساں ہوں گے کہ ان کے چہروں کا رنگ اڑ رہا ہوگا۔

جیسا کہ اللہ نے فرمایا:﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ (الانبیاء:۲۸)

وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو، وہ تو خود ہیبت الٰہی سے لرزاں وترساں ہیں۔

معلوم ہوا کہ شفاعت کی تمام اقسام کا مالک صرف اللہ ہی ہے، لہٰذا اسی اللہ کی عبادت کی جائے، اسی کو پکارا جائے اور اسی سے شفاعت کا سوال کیا جائے، فرشتوں، نبیوں اور بزرگوں کو پکارنا اور ان سے شفاعت کا طالب ہونا خلاف شرع، شرک ہے۔

پانچویں فصل:

اللہ کا مختلف اسلوب اور پیرائے میں اہل شرک کو دعوت توحید

(۱) اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اثبات پر عقلی دلائل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ (21)لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ (22)لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ (الانبیاء:۲۱-۲۳)

کیا ان لوگوں نے زمین (کی مخلوقات میں) سے جنھیں معبود بنا رکھا ہے وہ زندہ کر دیتے ہیں؟ اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں، وہ اپنے کاموں کے لئے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔

یعنی اگر واقعی آسمان وزمین میں دو معبود ہوتے تو کائنات میں تصرف کرنے والی دو ہستیاں ہوتیں، دو کا ارادہ اور مرضی کارفرما ہوتی، اور جب دو ہستیوں کا ارادہ اور فیصلہ کائنات میں چلتا تو یہ نظام کائنات اس طرح قائم رہ ہی نہیں سکتا تھا جو ابتدائے

آفرینش سے بغیر کسی ادنی توقف کے قائم چلا آرہا ہے، کیوں کہ دونوں کا ارادہ ایک دوسرے سے ٹکراتا، دونوں کی مرضی کا آپس میں تصادم ہوتا جس کا نتیجہ ابتری اور فساد کی صورت میں رونما ہوتا اور اب تک ایسا نہیں ہوا تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ کائنات میں صرف ایک ہی ہستی ہے جس کا ارادہ ومشیئت کارفرما ہے جو کچھ بھی ہوتا ہے صرف اور صرف اسی کے حکم پر ہوتا ہے، اس لئے اے انسانو! صرف اللہ واحد کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں ہے۔

اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذاً لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ (91) عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (المؤمنون:۹۱-۹۲)

نہ تو اللہ تعالی نے کسی کو بیٹا بنایا نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا، جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ پاک ہے، وہ غائب وحاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”نظام کائنات کا مرتب طریقے سے چلنا، کسی اختلاف وفساد کا شکار نہ ہونا اس بات کی ٹھوس دلیل ہے کہ کائنات چلانے والا ایک ہی ہے، وہی لائق عبادت ہے، اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں، اس لئے کہ اگر کائنات میں دو اللہ ہوتے تو دونوں

میں ٹکراؤ ہوتا اور نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔

(تفسیر السعدی ص۵۲۱، الصواعق المرسلۃ علی الجہمیۃ والمعطلۃ ۲/۴۶۴)

اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذاً لَّابْتَغَوْاْ إِلَى ذِي الْعَرْشِ سَبِيلاً (42) سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوّاً كَبِيراً﴾ (الاسراء:۴۲-۴۳)

کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں، تو ضرور وہ اب تک مالک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر، بہت دور اور بہت بلند ہے۔

جیسا کہ کسی شاعر نے اس مفہوم کو اشعار میں پرویا ہے:

اگر دو خدا ہوتے سنسار میں　　تو دونوں بلا ہوتے سنسار میں
خطرناک ہوتا زمانے کا رنگ　　ہوا کرتی ہر روز دونوں میں جنگ
ادھر ایک کہتا کہ بھائی میرے　　رہے آج دنیا میں بارش رہے
بگڑ کر ادھر دوسرا بولتا　　نہیں آج ہے دھوپ کا فیصلہ
غرض جس طرح یہ اسے روکتا　　اسی طرح وہ بھی اسے ٹوکتا
خدا دونوں لڑتے لڑاتے ہوئے　　شب و روز فتنے اٹھاتے ہوئے
زمین کانپتی آسمان کانپتا　　لڑائی سے سارا جہاں کانپتا

(۲) اللہ تعالی کے سوا جن معبودوں کی بھی پوجا کی جاتی ہے وہ ہر اعتبار سے کمزور ہیں:

اللہ تعالی کے سوا جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے خواہ وہ بت ہوں یا پتھر یا قبر یہ سب کے سب عاجز محتاج ہیں، وہ اپنے لئے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے تو چہ جائے کہ غیروں کے لئے، وہ سوچنے، سمجھنے، دیکھنے اور سننے کی ہر صلاحیت سے محروم ہیں، اب ان کی طرف منسوب یا تو پتھر یا لکڑی کی خود تراشیدہ مورتیاں ہیں یا گنبد، قبے اور آستانے ہیں جو ان کی قبروں پر بنا لئے گئے ہیں اور قبر میں مدفون مردے کو خود اپنے حال کا پتہ نہیں ہے، اس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں بلکہ وہ خود ہماری دعاؤں کا محتاج ہے تو جو اپنی مدد پر قادر نہ ہوں وہ بھلا دوسروں کی کیا مدد کریں گے۔

جو خود محتاج ہووے دوسرے کا بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا

اللہ نے مندرجہ ذیل آیات میں مختلف اسلوب میں شرک کی گندگی میں ملوث لوگوں کو دعوت تأمل دیا ہے کہ تم خود اپنی عقلوں سے غور کرو، اور اللہ کی وحدانیت کی جانب لوٹو۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے بیان فرمایا:

﴿قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرّاً وَلاَ نَفْعاً وَاللّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (المائدۃ:۷۶)

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے، اللہ ہی خوب سننے اور پوری طرح جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے مشرکوں کی کم عقلی کی وضاحت کی ہے کہ ایسوں کو انھوں نے معبود بنا رکھا ہے جو کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان بلکہ نفع ونقصان پہنچانا تو کجا، وہ تو کسی کی بات سننے اور کسی کا حال جاننے ہی کی قدرت نہیں رکھتے، یہ قدرت تو صرف

اللہ کے اندر ہے اس لئے حاجت روا اور مشکل کشا بھی صرف وہی ہے۔

اللہ تعالی نے ایک مقام پر فرمایا:

﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لاَ يَخْلُقُ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ (191)وَلاَ يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْراً وَلاَ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ (192)وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لاَ يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاء عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ (193)إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُواْ لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (194)أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُواْ شُرَكَاءكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلاَ تُنظِرُونِ (195) إِنَّ وَلِيِّـيَ اللّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (196)وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لاَ يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلا أَنفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ (197)وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لاَ يَسْمَعُواْ وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لاَ يُبْصِرُونَ﴾

(الاعراف:۱۹۱-۱۹۸)

کیا وہ ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہ کر سکیں اور وہ خود ہی پیدا کیئے گئے ہوں اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود بھی مدد نہیں کر سکتے، اگر تم انھیں کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں، تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا خاموش رہو، واقعی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تم ہی جیسے بندے ہیں، سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا

کہنا کردیں اگر تم سچے ہو، کیا ان کے پاؤں ہیں جس سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلالو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو مجھ کو ذرا مہلت مت دو یقیناً میرا مددگار اللہ تعالی ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

اللہ نے ایک دوسرے مقام پر معبودان باطلہ کی عاجزی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرّاً وَلَا نَفْعاً وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتاً وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُوراً﴾ (الفرقان:۳)

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنھیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں یہ تو اپنی جان کے نقصان نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت وحیات کی اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ذکر کیا کہ مشرکین اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے ہیں وہ معبود ہونے کے سزاوار نہیں ہیں کیوں کہ وہ خلقت، نفع، نقصان، موت، حیات اور دوبارہ جی اٹھنے کے مالک نہیں ہیں، معبود ہونے کا سزاوار

تو وہ ہے جو ان امور پر قادر ہو اور ان صفات سے متصف ہو، اور وہ صرف اللہ کی ذات ہے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مشرکین نے جنھیں معبود سمجھ لیا ہے اور اللہ کے ساتھ ان کی عبادت کرتے ہیں، وہ انتہائی درجہ کا ظلم اور خطرناک قسم کی حماقت و جہالت ہے۔

(دیکھئے: اضواء البیان ٦/ ٩ التفسیر الکبیر ٢٤/ ٤٢)

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾ (الاسراء: ٥٦)

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنھیں تم معبود سمجھ رہے ہو انھیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مزید معبودان باطلہ کی عاجزی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ﴾ (سبا: ٢٢)

کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمھیں گمان ہے سب کو پکار لو نہ ان میں سے کسی کو آسمان و زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿......ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا

يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ (13)إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر:۱۳-۱۴)

تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے جنھیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو فریادرسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔

اللہ تعالی مذکورہ بالا آیات میں خبر دی کہ اللہ کے سوا جنھیں بھی پکارا جاتا ہے خواہ وہ بت، پتھر، قبر، نبی، ولی یا بزرگان دین ہوں، وہ سب کے سب انتہائی عاجز کمزور ہیں وہ کسی بھی پکارنے والے کی حاجت براری پر قادر نہیں ہیں، قرآن کریم میں اس مضمون کی آیات بھری پڑی ہیں، کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟

(۳) مثالوں سے شرک کی مذمت اور توحید کی دعوت:

حقائق کی واشگافی اور مسائل کو ذہنوں سے قریب کرنے کا مضبوط ذریعہ مثالیں بیان کرنا ہے، اس سے حقیقت کے انکشاف کے ساتھ باطل پر کاری ضرب لگتی ہے، اللہ نے رد شرک میں اس اسلوب کو قرآن کریم میں بہت ساری جگہوں پر استعمال کیا ہے، ہم ان میں سے چند کا ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ

اللَّـهِ لَـن يَـخْـلُـقُوا ذُبَاباً وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئاً لَّا يَسْتَنـقِـذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ (73)مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (الحج:۷۳-۷۴)

لوگو!ایک مثال بیان کی جارہی ہے ذرا کان لگا کرسن لواللہ کے سوا جن جن کوتم پکار رہے ہو، وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے، انھوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں، اللہ تعالی بڑا ہی زور وقوت والا اور غالب وزبردست ہے۔

یعنی یہ معبودان باطل جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر مدد کے لئے پکارتے ہو یہ سارے کے سارے جمع ہو کر ایک نہایت حقیر سی مخلوق مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، پیدا کرنا تو کجا، وہ تو مکھی سے اپنی وہ چیز بھی واپس نہیں لے سکتے جو وہ ان سے چھین کر لے جائے، اس کے باوجود بھی تم انھیں کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہو، تمہاری عقلیں قابل ماتم ہیں۔

حدیث قدسی میں معبودان باطلہ کی بے بسی کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

"و من أظلم ممن ذهب يخلق كخلقي فليخلقوا ذرة أو ليخلقوا حبة أو شعيرة"
اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح پیدا کرنا چاہتا ہے، اگر کسی میں واقعی یہ

قدرت ہے تو ایک ذرہ یا ایک جو ہی پیدا کر کے دکھا دے۔(بخاری حدیث نمبر ۷۱۲۰)

نیز اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاء كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (41)إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (42)وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ (العنکبوت:۴۱-۴۳)

جن لوگوں نے اللہ تعالی کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہے کاش وہ جان لیتے ،اللہ تعالی ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنھیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں، وہ زبردست اور ذی حکمت ہے ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں، انھیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالی مثال دے رہا ہے کہ جس طرح مکڑی کا جالا (گھر) نہایت کمزور اور نا پائیدار ہوتا ہے ،ہاتھ کے ادنی سے اشارے سے وہ نابود ہو جاتا ہے، اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا معبود، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا مکڑی کے جالے کی طرح بالکل نا پائیدار ہے، اگر یہ پائیدار یا نفع بخش ہوتے تو یہ معبود گزشتہ اقوام کو تباہی سے بچا لیتے، لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ انھیں نہیں بچا سکے، کاش کہ وہ ان مثالوں پر غور وفکر کرتے۔

(تفسیر البغوی ۳/ ۴۶۸ ،أمثال القرآن لابن القیم ص ۲۱، فتح القدیر ۴/ ۲۰۴)

اللہ تعالی ایک انتہائی جامع مثال بیان فرما رہا ہے کہ مشرک اپنے معاملہ میں بے

سکونی اور پریشانی کا شکار ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً رَّجُلاً فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلاً سَلَماً لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الزمر:۲۹)

اللہ تعالی مثال بیان فرما رہا ہے ایک وہ شخص جس میں بہت سے باہم ضد رکھنے والے ساجھی ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا دونوں صفت میں یکساں ہیں، اللہ تعالی ہی کے لئے سب تعریف ہے، بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

اللہ تعالی اس آیت کریمہ میں مشرک ومؤحد کی مثال بیان فرما رہا ہے چوں کہ مشرک کئی معبودوں کی عبادت کرتا ہے، تو اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جو کئی شخصوں کے درمیان مشترکہ ہے، وہ آپس میں جھگڑتے رہتے اور بداخلاقی کے مظاہرے کرتے رہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک زیادہ سے زیادہ اپنی خدمت چاہتا ہے اور یہ بیچارہ غلام سارے مالکوں کو خوش نہیں کر پاتا ہے، اس طرح اس کی زندگی عذاب بنی ہوئی ہے۔

اور مؤحد چوں کہ ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کا مالک صرف ایک ہی شخص ہے، اس کی ملکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، یہ اپنے مالک کی خدمت کرتا اور مالک اس سے شفقت و پیار کرتا ہے، اس طرح اس کی زندگی پورے راحت وسکون سے بسر ہو رہی ہے، کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں، یقیناً نہیں، اسی طرح وہ مشرک جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کرتا ہے اور وہ مخلص ومومن جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا

ہے،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، برابر نہیں ہو سکتے۔

(تفسیر ابن کثیر ۴/۵۲،تفسیر السعدی ۶/ ۶۸ ۴،تفسیر الجزائری ۴/۴۳)

اللہ تعالی نے ایک اور مثال دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لاَ يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلاَّ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاء لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاء الْكَافِرِيْنَ إِلاَّ فِيْ ضَلاَلٍ﴾ (الرعد:۱۴)

اسی (اللہ) کو پکارنا حق ہے، جو لوگ اوروں کو اس کے سوا پکارتے ہیں، وہ ان کی پکار کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے مگر جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں پڑ جائے، حالانکہ وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں ہے، ان منکروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی میں ہے۔(یعنی بے فائدہ ہے)

یعنی جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دور سے پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر پانی سے کہے کہ تو میرے منہ تک آجا، ظاہر بات ہے کہ پانی جامد چیز ہے اسے پتہ ہی نہیں کہ ہتھیلیاں پھیلانے والے کی حاجت کیا ہے؟ اور نہ اسے یہ پتہ ہے کہ وہ مجھ سے اپنے منہ تک پہنچنے کا مطالبہ کر رہا ہے اور نہ اس میں یہ قدرت ہے کہ اپنی جگہ سے حرکت کر کے اس کے ہاتھ یا منہ تک پہنچ جائے، اسی طرح یہ مشرک اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انھیں نہ یہ پتہ ہے کہ کوئی انھیں پکار رہا ہے اور اس کی فلاں حاجت ہے اور نہ اس حاجت روائی کی ان میں قدرت ہی ہے۔

چھٹی فصل:

انتشارِ شرک کے اسباب ومحرکات

یوں تو نہ معلوم ابلیس کن کن اور کیسے کیسے دیدہ ونادیدہ طریقوں سے شب وروز اس شجرہ خبیثہ ''شرک'' کی آبیاری میں مصروف ہے اور نہ معلوم جاہل عوام کے ساتھ ساتھ بظاہر کتنے نیک سیرت درویش، پاک طینت بزرگان دین، ترجمان شریعت علماء کرام بھی ابلیس کے قدم بقدم اس شجرہ خبیثہ کی آبیاری میں شرکت فرما رہے ہیں، اس لئے ایسے اسباب وعوامل کا ٹھیک ٹھیک شمار کرنا تو مشکل ہے، تاہم جو اسباب شرک کے پھولنے اور پھیلنے کا باعث بن رہے ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) دین سے جہالت:

کتاب وسنت سے لاعلمی وہ سب سے بڑا سبب ہے جو شرک کے پھلنے پھولنے کا باعث بن رہا ہے، اسی جہالت کے نتیجہ میں انسان آباء واجداد اور رسم ورواج کی اندھی تقلید کا اسیر ہوتا ہے، اسی جہالت کے نتیجہ میں انسان ضعف عقیدہ کا شکار ہوتا ہے، اسی جہالت کے نتیجہ میں انسان بزرگان دین اور اولیاء کرام سے عقیدت میں غلو کا طرز عمل اختیار کرتا ہے۔

چنانچہ مزاروں پر مرد وزن کا اختلاط، بے حیائی کے حیا سوز واقعات، رقص وسرود، مزاروں کا طواف، غیر اللہ کے لئے رکوع وسجدے جیسی بھیانک برائیاں بروئے کار

لائی جاتی ہیں، یہ سب جہالت ہی کا تو کرشمہ ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے بلکہ وہ (پختہ علم) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھالے گا حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے''۔ (بخاری ۱۰۰، مسلم ۲۶۷۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آخر زمانہ میں جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسی حدیثیں تم کو سنائیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی، تو ایسے لوگوں سے تم اپنے آپ کو بچانا ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں گمراہ کردیں اور فتنہ میں ڈال دیں''۔

(مسلم مقدمہ باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''قبروں اور مزاروں پر جو کچھ بدعات وخرافات بروئے کار لائی جاتی ہیں، وہ شریعت محمدی سے لاعلمی کا نتیجہ ہیں، اسی لئے آپ قبروں کی تعظیم اور ان کے فتنے کا شکار انھیں لوگوں کو پائیں گے جو توحید وشریعت کے علم سے نابلد ہیں''۔ (تفسیر سورۃ الاخلاص ۲۶۴)

(۲) ہوا پرستی:

یہ ایک ایسا مہلک مرض ہے جو انسان کو قبول حق کی نعمت سے محروم کردیتا ہے، چنانچہ ہوا پرست اپنی نفسانی خواہشات کا اسیر اور اپنے من کا غلام ہو کر رہتا ہے، اس

سے قبول حق کی استعداد اور اثر پذیری کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں وہ ظلم وعصیان اور کفر وشرک کی تاریکیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ﴾ (القصص:۵۰)

اگر یہ لوگ آپ کی بات نہ مانیں تو یقین کرلیں کہ یہ صرف اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو۔

یہی حال دور حاضر میں قبر پرست حضرات کا ہے کہ ہوا پرستی نے انھیں حق سے اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ بلوغ علم اور قیام حجت کے باوجود راہ ضلالت پر اڑے ہوئے ہیں، خود گمراہ ہیں، موقف بے بنیاد ہے، لیکن ''ہم چو ما دیگرے نیست'' کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں، وہ اپنے من گڑھت دلائل کو ایسا سمجھتے ہیں گویا آسمان سے تارے توڑ لائے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ﴾ (الجاثیۃ:۲۳)

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔

(۳) اجداد پرستی:

مشرکین مکہ کو جب دعوت توحید دی جاتی تھی تو وہ کہتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انھیں کے نقش قدم کی پیروی کریں گے۔

جیسا کہ اللہ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللّهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ ﴾ (البقرہ:۱۷۰)

اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو، تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، گو ان کے باپ دادا بے عقل اور گم کردہ راہ ہوں۔

آج بھی قبر پرست حضرات کو جب توحید وسنت کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ اعتقادات ہمارے موروثی ہیں، یہ طریقے ہمارے باپ دادا سے چلے آرہے ہیں، کیا ہمارے باپ دادا گمراہ تھے؟ حالانکہ آباء واجداد بھی دینی بصیرت اور حق کی توفیق سے محروم رہ سکتے ہیں، اس لئے دلائل شریعت کے مقابلے میں آباء واجداد پرستی کو دلیل بنانا غلط ہے، دور حاضر میں بہت سارے لوگ اسی مرض میں مبتلا ہو کر صحیح دین وعقیدہ سے محروم ہیں۔

(۴) علماءِ سوء:

علماء سوء کی تقلید انتشار شرک کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور سبب ہے، اسی وجہ سے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا تھا:

و هل بدل الدين الا الملوك   و أحبار سوء و رهبانها

کیا دین کوحکمرانوں، علماء اور صوفیوں کے علاوہ کسی اور نے بدل ڈالا؟

کسی قوم کی تکمیل اس کے علماء کے ہاتھوں میں ہوتی ہے وہ چاہیں تو اسے خیر کی راہ نمائی کریں یا انھیں شر کی سمت گامزن کردیں، اسی وجہ سے علماء سوء اپنے مقلدین سے کہتے ہیں کہ کتاب وسنت کا فہم تمہارے لئے ناممکن ہے، لہذا اس سے دور رہو، بس علماء کی تقلید کرو، بلا چوں چراں کے ان کے پیچھے چلو۔

اسی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے کہ کروڑوں مسلماں علماء سوء کے گرویدہ بنے ہوئے راہ ضلالت پر گامزن ہیں، علماء سوء نے انھیں شرک کو توحید اور بدعت کو سنت سمجھا رکھا ہے، ان پر کتاب وسنت کے دروازے بند کر رکھا ہے اور کسی بھی طرح کی لب کشائی کو علماء کی شان میں گستاخی قرار دے رکھا ہے، عوام الناس ان کی اونچی پگڑیوں اور لمبی داڑھیوں سے متاثر ہو کر انھیں اپنا پیشوا اور دین کا بہی خواہ تصور کرتے ہیں، جب کہ درحقیقت یہی علماء سوء امت محمدیہ کے لئے تمام فتنوں اور بربادیوں کے اصلی سبب ہیں، یہی اصلی شیاطین ہیں جنھوں نے ابلیس لعین کے شانہ بشانہ مسلمانوں میں شرک و بدعت کی گمراہیاں پھیلائی ہیں، ان کی اونچی اونچی پگڑیوں کے نیچے شیطان کو سجدہ کرنے والے سر ہیں، اور ان لمبی لمبی گھنی داڑھیوں کی اوٹ میں کفر وشرک کی سیاہی چھپی ہوئی ہے، اسی وجہ سے سلف صالحین علماء سوء کی تقلید تو درکنار بلکہ ان سے کوسوں دور رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت کے ساتھ نہ بیٹھو، اس لئے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے سے دل شکوک و شبہات کی بیماری کا شکار ہو جائے گا''۔ (الشریعۃ للآجری ۱/۱۴۴)

مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''تم کسی بدعتی کے ساتھ نہ بیٹھو، اس لئے کہ یا تو وہ تمھیں تمہارے دین سے متعلق شبہہ میں ڈال دے گا اور تم اس کی پیروی کرنے لگو گے یا تمھیں کوئی تکلیف پہنچائے گا''۔

(ذم الکلام واہلہ للہروی ۴/ ۲۵)

ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت کے ساتھ نہ بیٹھو نہ ان سے بحث و مباحثہ کرو، اس لئے کہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمھیں کسی گمراہی کا شکار نہ کر دیں یا تمھیں اپنے عقیدہ سے متعلق شکوک و شبہات میں نہ ڈال دیں''۔ (الابانہ لابن بطہ ص ۴۰، السنۃ للالکائی ۲۴۲)

برادر عزیز! اگر آپ اپنے دین وعقیدہ کا تحفظ چاہتے ہیں تو صحیح العقیدہ علماء کی مجالست اختیار کریں، انھیں سے مسئلے دریافت کریں، انھیں کی تقریریں سنیں اور انھیں کی تحریریں پڑھیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک مثال دے کر واضح فرمایا ہے:

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے، اگر تم مشک بیچنے والے کے پاس بیٹھو گے تو وہ اس میں سے یا تو کچھ تمھیں ہدیہ کر دے گا یا تم اس سے خرید سکو گے یا (کم از کم) تم اس کی خوشبو سے محظوظ ہو گے اور اگر بھٹی پھونکنے والے کے پاس بیٹھو گے تو یا تو وہ تمہارے کپڑے بھٹی کی آگ

سے جلا دے گا یا تمھیں اس کی بدبو ملے گی۔ (بخاری ۵۲۱۴، مسلم ۶۸۶۰)

چنانچہ اگر آپ صحیح العقیدہ عالم کی مجالست اختیار کریں گے تو آپ کا دامن کتاب و سنت کی خوشبو سے معطر رہے گا اور اگر فاسد العقیدہ عالم کو اپنا رہبر و مرشد بنائیں گے تو آپ کا ایمان وعقیدہ بربادی کا شکار ہو جائے گا۔

(۵) کافروں کی مشابہت:

مسلمانوں میں بہت سے ایسے عقائد و اعمال رائج ہیں جو غیر مسلموں کے ساتھ اختلاط، ان کے ساتھ رہن سہن اور عقائد و اعمال میں ان کی مشابہت کا نتیجہ ہیں، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے امت کو غیر مسلموں کی مشابہت سے ڈرایا اور اس سے بچنے کی تاکید کی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”من تشبہ بقوم فھو منھم“ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ انھیں میں سے ہے۔

(ابوداؤد ۴۰۳۱، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف ابوداؤد ۹/ ۳۱)

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حنین کی طرف جا رہے تھے، ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، ہمارا گزر مشرکین کے ایک بیری کے درخت سے ہوا جس پر وہ (حصول برکت کیلئے) اپنے ہتھیاروں کو لٹکایا کرتے تھے، اس کو ذات انواط کہا جاتا تھا، ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ جس طرح مشرکین کا ذات انواط ہے، اسی طرح ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ اکبر، یہ تو گزشتہ قوموں کے راستے ہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم بالکل وہی بات کہہ رہے ہو، جو بنو اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کہی تھی، اے موسی! ہمارے لئے بھی کوئی ایک معبود بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں (الاعراف: ۱۳۸) تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے کی پیروی کرو گے۔

(ترمذی ۲۳۳۵، مسند احمد ۵/ ۲۱۸، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف الترمذی ۵/ ۱۸۰)

صحابہ کا یہ مطالبہ غیر مسلموں کی مشابہت کے نتیجہ ہی میں تھا جس پر رسول اللہ ﷺ نے سخت نکیر فرمائی۔

چنانچہ قبروں پر کئے جانے والے شرکیہ اعمال ہندؤں کی بت پرستی ہی کی تو نقل ہیں، ہندو بتوں کی سامنے جھکتے ہیں تو مسلمان قبروں کے سامنے، ہندو رام و کرشن کی پرستش کرتے ہیں تو مسلمان جیلانی اور اجمیری کی، جشن میلاد نصاری کی مشابہت ہی کا تو ثمرہ ہے، خواتین اسلام کا عریاں پھرنا مغربی تہذیب وتمدن ہی کی تو دین ہے، مسلمانوں کے شادی بیاہ کے طریقے ہندؤں ہی سے تو ماخوذ ہیں، اس کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی کہ ہر کام کی ابتدا اللہ کے نام سے کی جائے، اٹھتے بیٹھتے اسی کا نام لیا جائے۔

ہندؤں کے مذہب میں ہر کام سے پہلے ’’گنیش‘‘ کا نام لینا ضروری ہے، چنانچہ وہ ہر کام سے پہلے کہتے ہیں، ’’شری گنیشائے نمہ‘‘ یعنی گنیش کو میری نمستکار یعنی

تسلیمات ہوں۔

اب مسلمانوں کا حال دیکھئے کہ وہ بھی کوئی کام شروع کرتے وقت یا اٹھتے بیٹھتے ہوئے ''یا رسول اللہ'' ''یا غوث پاک'' اور اگر کشتی میں سوار ہوں تو ''یا خواجہ خضر'' کہتے ہیں، اتنے نادان اور بے سمجھ ہیں کہ ہندؤں کی طرح خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو پکارتے ہیں۔

☆ ہندوستاروں کی بہت تعظیم کرتے ہیں خصوصا قطب تارے کی تعظیم دوسرے ستاروں سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھئے! مسلمانوں میں قطب کی تعظیم ہندؤں سے کس طرح آئی؟ اکثر مسلمان قطب کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ اپنی چارپائی کا پائتانہ قطب کی طرف نہیں کرتے، حالانکہ قطب بیچارہ کیا ہے؟ کیا وہ ہمارا خالق ہے؟ نہیں، صرف ایک ستارہ ہے جو اللہ کے زبردست حکم کے سامنے مجبور ہے۔

ہندؤں میں ستارہ پرستی بہت ہے، ستاروں کے ذریعہ اپنی قسمت کا حال معلوم کرنا، زائچے بنوانا، ہر کام سے پہلے نجومیوں سے پوچھنا کہ مبارک گھڑی کون سی ہے؟ تاکہ کام شروع کیا جائے، یہی چیز مسلمانوں میں بھی آ چکی ہے، جسے دیکھو زائچے بنواتا پھرتا ہے، نجومیوں سے اپنی قسمت کا حال پوچھتا پھرتا ہے، باباؤں کے پاس دھکے کھاتا پھرتا ہے، لیڈر جاتا ہے کہ بابا بتاؤ مجھے حکومت کب ملے گی، سبحان اللہ! اگر ایسے ہی کرنی والے ہوتے تو تمھیں حکومت کیوں دیتے، خود کیوں نہ لے لیتے!! بس عقل کی کمی ہے، انسان جب اللہ تعالی کی در پر قائم نہیں رہتا تو وہاں سے

اسے دھکیل دیا جاتا ہے، پھر ذلیل ہو کر پستی کی طرف لڑھکتا ہی چلا جاتا ہے، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مشرک کی مثال بیان فرمائی:

﴿وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ (الحج:۳۱)

جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گویا وہ آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور دراز جگہ پھینک دے۔

آپ خود دیکھ لیں کہ جب انسان توحید کے آسمان سے گرتا ہے تو کس قعر مذلت میں جا پڑتا ہے، سڑکوں کے کنارے جنتریاں اور فالنامے لے کر قسمت شناس لوگ بیٹھے ہیں، ان کے یہاں شرکیہ نقش، ہندسوں والے تعویذ، ٹونے ٹوٹکے، دشمن کی بربادی، اور محبوب کو مسخر کرنے کے کتنے ہی منتر ہیں جو صاف یہودیوں اور ہندوؤں کے کام ہیں، مسلمانوں کے نہیں، لیکن مسلمان مرد و خواتین ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں اور ان کے پاس جا کر اپنا ایمان و عقیدہ برباد کر رہے ہیں، حالانکہ قرآن کریم کا دو ٹوک فیصلہ ہے کہ کل کیا ہوگا کسی کو معلوم نہیں۔

﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَداً﴾ (لقمان:۳۴)

کسی جان کو نہیں معلوم کہ وہ کل کیا کمائے گی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”من اتی کاھنا اوعرافا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد“

جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کی تو

اس نے شریعت محمدیہ کا کفر کیا۔ (مسند احمد ۲/ ۴۲۹ صحیح الجامع ۵۹۳۹)

☆ دور حاضر میں اکثر مسلمان نہ تو زکاۃ دیتے ہیں اور نہ ہی لڑکیوں کو ان کی وراثت دیتے ہیں، مگر جب کوئی فوت ہوجائے تو اس کا ختم ضرور دلاتے ہیں، حالانکہ یہ ہندوؤں کا خاص طریقہ ہے جو ان کے ساتھ بود و باش اور ان کی مشابہت کے نتیجہ میں مسلمانوں میں آ گیا ہے۔

ہندوؤں کے یہاں میت کو کھانے کا ثواب پہنچانے کا نام ''سرادھ'' ہے، جب ''سرادھ'' کا کھانا تیار ہوجاتا ہے تو پہلے اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ بید پڑھوائے جاتے ہیں۔

اسی کی نقل کرتے ہوئے مسلمانوں نے بھی تیجا، ساتواں، چالیسواں اور برسی مقرر کر لئے اور کھانا تیار کروا کر اس پر ختم پڑھوانا شروع کر دیا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے ان میں سے کوئی بھی رسم ثابت نہیں، اب اگر یہ کام پیارے نبی ﷺ سے ثابت نہ ہوں اور ہندوؤں سے ثابت ہوں، تو ہم انھیں اسلام کے احکام سمجھیں گے یا کفر کی رسمیں۔

اسلامی بھائیو! یہ سب کفر کی رسمیں ہیں، تیجا، ساتواں، چالیسواں، برسی، یوم پیدائش، سالگرہ یہ سب کفار کے طریقے ہیں، اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

☆ ہندو کھیتر، گنگا، جمنا، کانگڑا، متھرا، دوارکا، جگن ناتھ کا سفر کرتے ہیں، وہ ان کی طرف جماعتیں بنا کر جھنڈے اٹھائے فقیری والا بھیس بنا کر جاتے ہیں، وہاں جا کر ان کی عبادت کرتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔

اسی طرح مسلمان شیر گڑھ، کلیر شریف، اجمیر، داتا گنج بخش، مادھو لال حسین کا

سفر کرتے ہیں، جماعتیں بنا کر فقیری والا لباس پہن کر جاتے ہیں، وہاں ان سے مرادیں مانگتے، ان کے آستانوں کا طواف اوران پر رکوع سجدے کرتے ہیں۔

☆ رہا مسئلہ شادی بیاہ میں ہندوؤں کی مشابہت کا، تو مسلمانوں کے نوے فیصد شادی کے طریقے ہندوؤں کی نقل ہیں، رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی پیروی نہیں، کافروں کے طریقہ کی پیروی ہے۔

غرضیکہ غیر قوم کی مشابہت نے مسلمانوں کے دین وعقیدہ میں اس قدر بگاڑ پیدا کیا ہے جو شمار وقطار سے باہر ہے، اگر اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی جائے تو مستقل ایک کتاب کی ضرورت ہے۔

بدلنا ہے تو مے بدلو، مزاج مے کشی بدلو   وگرنہ ساغر ومینا بدل جانے سے کیا ہوگا

(٦) اولیاء کی مدح سرائی میں مبالغہ اور حد سے تجاوز:

اللہ عز وجل نے اپنے بندوں کو دین میں غلو کرنے، قول فعل یا اعتقاد سے کسی کی بہت زیادہ تعظیم کرنے اور مخلوق کو اس کے اپنے مرتبہ سے جس پر اللہ تعالی نے اسے فائز کیا ہے بلند کرنے سے ڈرایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَـا أَهۡلَ الۡكِتَابِ لاَ تَغۡلُواۡ فِيۡ دِيۡنِكُمۡ وَلاَ تَقُولُواۡ عَلَى اللّهِ إِلاَّ الۡحَقِّ إِنَّـمَـا الۡـمَسِيۡـحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ رَسُولُ اللّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلۡقَاهَا إِلَى مَرۡيَمَ وَرُوحٌ مِّنۡهُ﴾ (النساء:١٧١)

اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر حق بات ہی کہو، حضرت مسیح عیسی بن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالی کے رسول اور اس

کے کلمہ (لفظ ''کن'' سے پیدا شدہ) ہیں، جسے مریم علیہ السلام کی طرف ڈال دیا تھا اوراس کے پاس کی روح ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے تعلق سے بھی غلو کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا:

''لا تطرونی کما أطرت النصاری عیسی بن مریم فانی أنا عبده فقولوا: عبد الله ورسوله''

مجھے میرے مقام سے آگے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسی بن مریم کو حد سے آگے بڑھادیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اوراس کا رسول ہی کہنا۔ (بخاری ۳۲۶۱)

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں غلو کو سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب بتلایا ہے، ارشاد نبوی ہے:

''ایاکم و الغلو في الدین فانما أهلك من کان قبلکم الغلو في الدین''

دین میں غلو کرنے سے بچنا کیوں کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے انھیں دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔

(نسائی ۳۰۷۰، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف النسائی ۷/ ۱۲۹)

عصر حاضر میں قبر پرست حضرات اولیاء و صالحین کے بارے میں اس قدر غلو کرتے ہیں اوران کے تعلق سے اس قدر واہی تباہی قصے اور جھوٹی کرامات بیان کرتے ہیں کہ جاہل عوام قبروں پر ٹوٹی پڑتی ہے۔

ذیل میں انھیں کی کتابوں سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) ایک دفعہ پیران پیر عبد القادر جیلانی نے مرغی کا سالن کھا کر ہڈیاں ایک طرف رکھ دیں، پھر ان ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "قم باذن اللہ" تو وہ مرغی زندہ ہوگئی۔ (سیرت غوث ص ۱۹۱)

(۲) ایک شخص نے بارگاہ غوثیہ میں لڑکے کی درخواست کی، آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی، اتفاق سے لڑکی پیدا ہوگئی، غوث اعظم نے فرمایا: اسے گھر لے جاؤ جب گھر آیا تو اسے لڑکی کے بجائے لڑکا پایا۔ (سفینۃ الاولیاء ص ۱۷)

(۳) جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

اولیاء کرام مردے کو زندہ کر سکتے ہیں، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دے سکتے ہیں اور ساری زمین کو ایک قدم میں طے کر سکتے ہیں۔ (حکایات رضویہ ۴۴)

(۴) ایک گویئے کی قبر پر پیران پیر نے "قم باذنی" (میرے حکم سے کھڑا ہو جا) کہا، قبر پھٹی اور مردہ گاتا ہوا نکل گیا۔ (تفریح الخاطر ۱۹)

ایک بریلوی شاعر اپنے مذہب کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے نغمہ سرا ہے:

غوث و قطب ابدال اولیاء احمد رضا ۔۔۔ ہے میرا مشکل کشا احمد رضا
دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا ۔۔۔ ہاں مدد فرما شاہ احمد رضا
تو ہی داتا اور میں منگتا ترا ۔۔۔ میں تیرا ہوں تو میرا احمد رضا

(نغمۃ الروح نور محمد اعظمی ص ۴۷)

قارئین کرام! کیا یہ عقائد قرآن کریم کی واضح آیات سے استہزاء کے مترادف

نہیں ہیں؟ کیا ان میں اور کتاب وسنت میں کوئی مطابقت ہے؟ کیا ان سے یہ بات اچھی طرح واضح نہیں ہو جاتی کہ ان حضرات کا مقصد مشرکانہ عقائد اور دور جاہلیت کے افکار کی نشر واشاعت ہے، ان کے عقائد تو دور جاہلیت کے مشرکوں سے بھی بدتر ہیں، وہ تو اپنے معبودوں کو اللہ تعالی کے دربار میں فقط سفارشی سمجھتے تھے، مگر انھوں نے تو تمام خدائی اختیارات اپنے بزرگوں کو عطا کر دئے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالی کے بجائے براہ راست اپنے بزرگوں سے مدد مانگتے ہوئے ذرا بھی خوف محسوس نہیں کرتے، وہ شیطان کی پیروی کرتے چلے جارہے ہیں اور انھیں اس کی خبر بھی نہیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نیکی کے راستے پر گامزن ہیں حالانکہ وہ شیطان کی آنکھ کو ٹھنڈا کررہے ہیں اور اس کی خوشی کا سامان مہیا کررہے ہیں۔

ذیل میں ذرا ان آستانوں اور مزاروں کے کتبوں پر غور کریں:

بابا فرید گنج شکر کے مزار پر ''زبدۃ الانبیاء'' (یعنی تمام انبیاء کا سردار) کا کتبہ لکھا گیا ہے، سید علاء الدین احمد صابری کے حجرہ پر یہ عبارت کندہ ہے: ''سلطان الاولیاء، قطب عالم، غوث الغیاث ہشت دہ ہزار عالمین'' (ولیوں کا بادشاہ، سارے جہاں کا قطب اٹھارہ ہزار جہانوں کے فریادرسوں کا سب سے بڑا فریادرس) لال حسین کے مزار پر غوث الاسلام والمسلمین (اسلام اور مسلمانوں کا فریادرس) کا کتبہ لگا ہوا ہے، سید علی ہجویری کے مزار پر لکھا گیا ہے ''گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا'' خزانے عطا کرنے والا ساری دنیا کو فیض پہنچانے والا نور خدا کا مظہر)

اس قبیح مبالغہ آرائی پر ابلیس لعین بھی ہنستا ہوگا کہ وہ اپنے مشن میں کس قدر

کامیاب ہے کہ مسلمان اس کے شکنجوں میں جکڑا ہوا، عقل و دانش سے بے گانہ کفریہ وشرکیہ کلمات بک رہا ہے اور قبروں میں مدفون عاجز و لاچار انسانوں کو وہ صفات دے رہا ہے جو اللہ واحد کے علاوہ کسی اور کے شایان شان نہیں ہیں۔

(۷) قبروں کو مزین کرنا:

قبروں کی تزئین وآرائش کرنا، ان پر قبے اور عمارت تعمیر کرنا، مسجدیں بنانا، قبروں کو پختہ کرنا، ان پر چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا، ان پر مجاور بن کر بیٹھنا یہ وہ حرام اعمال ہیں جو عوام الناس کے فتنہ قبور میں مبتلا ہونے کا عظیم سبب اور محرک ہیں۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر یہ سب کچھ کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے تاکہ توحید کا تحفظ اور شرک کا سد باب ہو سکے اور امت مسلمہ شرک کی گندگی میں جا پڑنے سے بچ سکے۔

ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے حبشہ کے ایک گرجا گھر کا تذکرہ کیا جسے انھوں نے دیکھا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”ان اولئك اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدا و صوروا فيه تلك الصور، اولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة“

بیشک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور پھر مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر لیتے اور اس میں تصویریں نصب کر دیتے، یہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔ (بخاری ۴۱۷، مسلم ۱۲۰۹)

آپ ﷺ اپنی امت کے لئے بھلائی کے کس قدر حریص تھے کہ آپ ﷺ نے مرض

الموت کے عالم میں فرمایا:

"لعنة الله علی الیهود و النصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد قالت عائشة رضی الله عنها: یحذر ما صنعوا"

"یہود ونصاری پر اللہ کی لعنت ہو جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ آپ ﷺ امت کو یہود و نصاری کے عمل سے ڈرا رہے تھے"۔ (بخاری ۴۲۵، مسلم ۱۲۱۵)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت کے عالم میں فرما رہے تھے:

"لعن الله الیهود و النصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد، قالت: لولا ذلك لابرز قبره غیر انني أخشی أن یتخذ مسجدا"

یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اگر یہ ڈر نہ رہا ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کھلی جگہ بنائی گئی ہوتی لیکن اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں آپ کی قبر سجدہ گاہ نہ بنالی جائے۔

(بخاری ۱۳۳۰، مسلم ۵۲۹)

اور آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:

"ألا و ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم و صالحیهم مساجد ألا فلا تتخذوا القبور مساجد فاني انهاکم عن ذلك"

سنو جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے

تھے، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمھیں اس سے منع کر رہا ہوں۔
(مسلم ۱۲۱۶)

ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجلسوا علی القبور و لا تصلوا الیھا"

قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔ (مسلم ۲۲۹۴)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھے جو اس کے کپڑے کو جلا کر چمڑے تک پہنچ جائے یہ اس کے لئے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے"۔ (مسلم ۲۲۹۲)

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کہ قبر کو پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا"۔ (مسلم ۲۲۸۹)

ابو الہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایک ایسے کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا تھا:

"ألا تدع تمثالا الا طمسته و لا قبرا مشرفا الا سویته"

کوئی مجسمہ نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا دینا اور نہ کوئی اونچی قبر چھوڑنا مگر اسے (توڑ کر) برابر کر دینا۔ (مسلم ۲۲۸۷)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا بیوتکم قبورا و لا تجعلوا قبري عیدا و صلوا علي فان

صلاتكم تبلغني حيث كنتم"

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھا کرو کیوں کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہو۔

(ابوداؤد ۲۰۴۴، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح ابوداؤد ۶/۲۸۲)

جب نبی ﷺ کی قبر جو کہ روئے زمین پر سب سے افضل قبر ہے اس کو میلہ گاہ بنانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، تو آپ کے علاوہ کی قبر کو میلہ گاہ بنانا بدرجہ اولی منع ہوگا خواہ کوئی بھی ہو۔ (الدررالسنیہ للاجوۃ النجدیۃ لعبدالرحمٰن بن قاسم ۶/ ۱۶۵)

لیکن افسوس درافسوس! دین محمدی سے کس قدر بغاوت کہ ہر وہ کام جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا اسے اہل بدعت نے قبروں کے ساتھ کر دکھایا۔

رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا لیکن آج اہل بدعت اللہ کے گھروں کی نقالی کرتے ہوئے قبروں پر مسجدیں تعمیر کرتے اور اسے مزار کا نام دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے قبروں کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور آج اہل بدعت قبر کے پاس اور اس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

اسلام نے قبروں پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا لیکن آج اہل بدعت قبروں پر شمعیں جلانے کے لئے اپنے مالوں کو وقف کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو عرس اور میلے کی جگہ بنانے سے منع فرمایا لیکن آج اہل بدعت اسے عرس اور میلے اور اعمال حج کی جگہ بناتے ہیں اور وہاں پر عید کی طرح

سال میں ایک بار یا اس سے زیادہ بار اکٹھا ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ نے قبروں کو اونچی کرنے سے منع فرمایا لیکن اہل بدعت اسے اونچی کرتے اور اس پر قبے تعمیر کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا لیکن اہل بدعت اسے پکی بناتے ہیں۔

غرضیکہ رسول اللہ ﷺ نے جن جن باتوں سے منع فرمایا اہل بدعت اس کی شدید مخالفت کرتے ہیں، لوگو! اپنی عقل و خرد کو جنبش دو اور تھوڑی دیر کے لئے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ٹھنڈے دل سے سوچو کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کا تقاضا یہی ہے، کیا یہ عقل و دانش کی موت اور فکر و نظر کی مفلسی نہیں ہے، جبکہ اللہ سبحانہ وتعالی فرمارہا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (الحشر:۷)

اور رسول ﷺ تمھیں جو کچھ دے دیں، اسے لے لو اور جس سے روک دیں اس سے باز آجاؤ۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنة نبیه“

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کتاب دوسرے اس کے نبی کی سنت۔

(موطا امام مالک ۳۳۳۸، تحقیق الالبانی: (حسن) دیکھئے: مشکاۃ المصابیح ۱/۴۰)

(۸)مزاروں کے لئے سفر:

برصغیر ہندو پاک میں شاید ہی کوئی مہینہ خالی جاتا ہو کہ کسی مزار پر عرس اور میلہ نہ لگے اور مزاروں کے گرویدہ جوق در جوق اپنا رخت سفر باندھے ہوئے وہاں نہ پہنچیں۔

مزاروں کے یہ عرس و میلے اور ان کے لئے سفر شرک کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور سبب ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے تین مسجدوں کے علاوہ کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

” لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد المسجد الحرام و مسجد الرسول ﷺ و مسجد الأقصی“

تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور کے لئے (اجر وثواب کی نیت سے) سفر نہ کئے جائیں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی۔ (بخاری ۱۱۳۲، مسلم ۳۴۵۰)

اس ممانعت میں قبروں اور مزاروں کے لئے سفر کرنا بھی شامل ہے، رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے صحابہ کرام نے یہی سمجھا تھا، اسی لئے جب ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کوہ طور گئے اور واپسی پر بصرہ بن ابو بصرہ غفاری سے ان کی ملاقات ہوئی، تو انھوں نے ان سے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہو؟ فرمایا: کوہ طور سے، انھوں نے کہا: اگر میں نے تمھیں وہاں جانے سے پہلے پایا ہوتا تو تم وہاں نہ جاتے !! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"لا تعمل المطی الا الی ثلاثۃ مساجد......."

سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کے لئے مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی۔

(نسائی ۱۴۳۰، مسند احمد ۶/ ۷، تحقیق الالبانی: (صحیح) دیکھئے: صحیح وضعیف النسائی ۴/۴/ ۷)

(۹) علماء حق کی خاموشی:

علماء حق کی خاموشی کے نتیجہ میں شرک جو تمام شر و فساد کی جڑ ہے معاشرہ میں انتہائی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور اسی تیزی سے پوری قوم ہلاکت اور بربادی کی طرف بڑھتی چلی جارہی ہے، اس صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ عقیدہ توحید کا شعور رکھنے والے لوگ انفرادی اور اجتماعی طور پر شرک کے خلاف دعوت توحید لے کر اٹھ کھڑے ہوں، پہلے اہل خانہ کو توحید کا سبق دیں جن کے بارے میں اللہ کا واضح حکم ہے:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَکُمْ وَأَهْلِیْکُمْ نَاراً﴾ (التحریم:۶)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

اس کے بعد اپنے عزیز واقارب، دوست واحباب پر توجہ دی جائے اور پھر گلی گلی، محلّہ محلّہ اور بستی بستی جا کر توحید کی دعوت پیش کی جائے، لوگوں کو شرک کی ہلاکت خیزیوں اور تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جائے۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، ورنہ اللہ تم پر عذاب نازل کر دے گا، پھر تم اس سے دعا

کرو گے وہ تمہاری دعا بھی قبول نہیں کرے گا۔

(ترمذی ۲۳۲۳، تحقیق الالبانی: (حسن) دیکھئے: صحیح وضعیف الترمذی ۵/ ۱۶۹)

غور فرمائیے ! اگر عام گناہوں سے لوگوں کو نہ روکنے پر اللہ تعالی کا عذاب نازل ہوسکتا ہے، تو پھر شرک جسے خود اللہ تعالی نے سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے......کو نہ روکنے پر عذاب کیوں نازل نہ ہوگا ؟ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو شخص خلاف شرع کام ہوتا دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو، تو پھر زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر دل سے ہی برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔(مسلم ۱۸۶)

اے علماء اسلام ! اے وارثین انبیاء ! کفر و شرک سے بڑی مصیبت اسلام کے لئے اور کون سی ہوسکتی ہے؟ غیر اللہ کی عبادت سے زیادہ نقصان دہ دین کے لئے کون سی آزمائش ہوسکتی ہے؟ اگر اس کھلم کھلا شرک کا انکار واجب نہ ہو تو پھر وہ کون سا خلاف شرع کام ہے جس کا انکار واجب ہوگا ؟

الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات

و صلى الله على نبينا محمد و على آله و صحبه أجمعين

انجمن اصلاح معاشرہ کی اہم مطبوعات



انجمن اصلاح معاشرہ

ANJUMAN ISLAH-E-MOASHIRA

Bandi Kalan, Mohammadabad, Distt. Mau (U.P.) India

Email: anjuman15@hotmail.com